REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT R.N. No. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ وعلیٰ عبدہِ المسیح الموعود

REGD. NO. P/GDP-3

سیرۃ النبی نمبر

شمارہ ۷ — جلد ۲۷

ولقد نصرکم اللہ ببدرٍ وانتم اذلّۃ

ہفت روزہ بدر قادیان

شرح چندہ
سالانہ ——— ۱۵ روپے
ششماہی ——— ۸ روپے
ممالکِ غیر ——— ۳۰ روپے
فی پرچہ ——— ۳۰ پیسے

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری
نائبین: جاوید اقبال اختر
محمد انعام غوری

THE WEEKLY BADR QADIAN PIN. 143516.

۸ ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ — ۱۶ تبلیغ ۱۳۵۷ ہش — ۱۶ فروری ۱۹۷۸ء

نعتِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم

نعتیہ کلام حضرت امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام

(۱)
جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است — خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است
دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش — در ہر مکاں ندائے جمالِ محمدؐ است
ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم — یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است
ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدیؐ است — ویں آبِ من ز آبِ زلالِ محمدؐ است

※

(۲)
عجب نوریست در جانِ محمدؐ — عجب لعلیست در کانِ محمدؐ
ندانم ہیچ نفسے در دو عالم — کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ
اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس! — بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ
اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت — بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش — محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ
سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ — دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ
بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم — نثارِ روئے تابانِ محمدؐ
دریں رہ گر کشندم ور بسوزند — نتابم رو ز ایوانِ محمدؐ
دگر استاد را نامے ندانم — کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ
الا اے منکر از شانِ محمدؐ — ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام و نشان است — بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

ترجمہ (۱)
- میرے جان و دل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے جمال پر فدا ہیں۔ میری خاک آلِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کوچہ پر قربان ہے۔
- مَیں نے اپنے دل کی آنکھ سے دیکھا اور ہوش کے کان سے سُنا کہ ہر جگہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے جمال کی گونج پائی جاتی ہے۔
- معارف کا یہ جاری چشمہ جو مَیں مخلوقِ خدا کو دے رہا ہوں۔ یہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کمال کے سمندر کا ایک قطرہ ہے۔
- میری یہ آگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی آگ کا ایک حصّہ ہے اور میرا یہ پانی آپؐ کے مصفّٰی پانی سے حاصل کیا ہوا ہے۔

ترجمہ (۲)
- محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان میں عجیب نور ہے۔ اور آپؐ کی کان میں عجیب و غریب لعل ہے۔
- مَیں دو جہان میں کوئی فرد ایسا نہیں دیکھتا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسی شان و شوکت رکھتا ہو۔
- اے مخاطب! اگر تُو نفس کی بدمستی سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مستانوں کی ذیل میں آجا۔
- اگر تو چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ تیری تعریف کرے تو تُو دِل سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ثنا خواں ہو جا۔
- اگر تو اِس بات کی کوئی دلیل چاہتا ہے تو آپؐ کا عاشق بن جا۔ کیونکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی دلیل آپ ہیں۔
- میرا سر احمد صلے اللہ علیہ وسلم کی خاک پر فدا ہے اور میرا دل ہر وقت آپؐ پر قربان ہے۔
- رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زُلفوں کی قسم کہ مَیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی چہرہ پر قربان ہُوں۔
- اِس راہ میں اگر مَیں قتل کر دیا جاؤں یا جلا دیا جاؤں تو مَیں پھر بھی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے مُنہ نہ موڑوں گا۔
- مَیں کسی اَور اُستاد کا نام نہیں جانتا کیونکہ مَیں تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مدرسہ میں پڑھا ہوں۔
- اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپؐ کے ظاہر نور کا انکار کرنے والے سُن لے۔
- اگرچہ اب کرامت کا نام و نشان نہیں ملتا۔ مگر تُو آ اور اسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں دیکھ لے ؛

اخبارِ احمدیہ

قادیان - ۱۳ تبلیغ (فروری) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق ۲/۸ ۱۱ کی اطلاع مظہر ہے کہ:-

"حضور کی طبیعت بفضلہٖ تعالیٰ اچھی ہے و الحمد للہ"۔

احباب اپنے محبوب امام ہمام کی صحت و سلامتی، درازیٔ عُمر اور مقاصدِ عالیہ میں فائز المرامی کیلئے دردِ دل سے دُعائیں جاری رکھیں۔

قادیان ۱۳ تبلیغ (فروری)۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان مع درویشانِ کرام و اہل و عیال بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ ؛

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے فضلِ عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان (پن ۱۴۳۵۱۶) سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: صدر انجمن احمدیہ قادیان ؛

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۱۶؍تبلیغ ۱۳۵۷ ہش

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر قوتِ قدسی

قدس کے معنی طہارت اور پاکیزگی کے ہیں۔ قدّوس اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ جو ہر نوع کی پاکیزگی کا مالک ہے۔ اس لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی کا مطلب یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ایسی غیر معمولی ظاہری اور باطنی طہارت اور پاکیزگی عطا کی گئی جس نے آپؐ سے تعلق پیدا کرنے والوں کی عملی زندگی میں نمایاں اثر دکھایا۔ ان سب کی زندگیاں پاکیزہ بنتی چلی گئیں۔ اور وہ نیکی اور طہارت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے۔

حضورؐ کی کُل عمر شریف ۶۳ سال کی ہوئی۔ چالیسؐ سال کی عمر میں خدا تعالیٰ نے آپؐ کو دُنیا کا ہادی بنایا۔ آپؐ نے لوگوں کو ایک خدا کی طرف دعوت دینا شروع کی۔ نبوت کے ابتدائی ۱۳ سال آپؐ نے اپنے آبائی شہر مکہ میں ہی گزارے۔ لیکن یہ تیرہ سال جس طرح کی شدید مخالفت اور طرح طرح کی ایذار رسانیوں کا نشانہ بنے رہے۔ اس کی تفصیل بڑی درد انگیز ہے۔ مخالفین کے جور وجفا کا نشانہ نہ صرف حضورؐ پرنور کا اپنا وجود ہی بنا بلکہ جو کوئی بھی آپؐ پر ایمان لایا معاندین نے اُسے بھی نہ چھوڑا۔ اس کے باوجود یہ ...ؐ کی قوتِ قدسی کی عظیم الشان تاثیر ہی تھی کہ آپ کی جماعت بتدریج بڑھتی چلی گئی۔ ...ا کا بڑے سے بڑا ظلم بھی حق کی قبولیت اور دلوں کی فتح میں روک نہ بن سکا۔ ...ؐ کے پاکیزہ اخلاق، حضورؐ کا حسنِ سلوک کسی بھی ملاقاتی پر اپنا نیک اثر کئے بغیر نہ ... یہی وجہ ہے کہ کفارِ مکہ نے آپؐ کا شدید سوشل بائیکاٹ کیا۔ لوگوں کو آپؐ سے ملنے نہ دیتے۔ لیکن نورِ اسلام سعید رُوحوں کو اپنی طرف برابر کھینچتا چلا گیا۔

اگرچہ ۱۳ سالہ مکی زندگی میں ایمان لانے والوں کی تعداد مدنی زندگی کے مقابلہ میں کوئی زیادہ نہ رہی۔ لیکن جو کوئی بھی اس زمانہ میں ایمان لایا اُس کا ایمان چٹان کی طرح مضبوط ثابت ہوا۔ ظلم و تعدی کا کوئی حربہ بھی ایمانی بشاشت کو مومنوں کے دلوں سے نکال نہ سکا۔ اُدھر حق کی آواز مکہ کی وادی سے نکل کر ۲½ تین سو میل دُور یثرب نامی شہر میں بھی جا پہنچی۔ اس جگہ اندر ہی اندر دلوں کو فتح کرلینے کے سامان ہونے لگے۔ جس کی صورت اس طرح بنی کہ وہاں کے بعض سعید الفطرت افراد حج بیت اللہ کے لئے آئے تھے۔ حضور انور کی تبلیغ اور حضور کی قوتِ قدسی سے متاثر ہوکر وہ لوگ شرح صدر سے آپؐ پر ایمان لے آئے۔ پھر اُن کی تبلیغ سے اس نئے شہر میں بھی مسلمانوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ حتیٰ کہ جب مکہ میں مخالفت اس قدر شدت اختیار کرگئی کہ حضورؐ کا اس جگہ مزید قیام ناممکن ہوگیا تو خدا تعالیٰ کے اِذن سے حضورؐ مکہ سے ہجرت کرکے اس شہر یثرب میں تشریف لے آئے۔

اس وقت خدا تعالیٰ کی تقدیر کا یہی فیصلہ تھا کہ اسلام کی دعوت کا آئندہ مرکز مکہ کی بجائے یثرب بن جائے۔ حضورؐ کی اس جگہ تشریف آوری کے نتیجہ میں یہ شہر "یثرب" سے، پہلے "مدینۃ الرسول" اور بعد میں "مدینہ" کے نام سے مشہور ہوا۔ مدینہ پہنچنے پر حضورؐ کا پہلا کام مہاجرین اور انصار کی مؤاخات کا ہے۔ اس دینی مؤاخات نے فریقین کی باہمی محبت میں خونی رشتوں سے بھی بڑھ کر عملی نمونہ دکھایا۔ صحابہ کرام میں ایسی بے نظیر محبت و اُلفت کی رُوح کا پھونکا جانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی کا نتیجہ تھا۔

مدینہ پہنچ جانے کے بعد بھی دشمن نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔ بلکہ بار بار حملہ آور ہوتے۔ اور کئی لڑائیاں لڑی گئیں۔ مگر ہر بار ہی دُشمن کو مُنہ کی کھانی پڑی۔ دُشمن پر اس طرح کی فتح کے ساتھ ساتھ مدنی زندگی میں آپؐ پر ایمان لانے والوں کی تعداد بھی حیرت انگیز طور پر بسُرعت بڑھتی چلی گئی۔ نہ صرف تعداد ہی بلکہ ایمان لانے والوں کا ایمان اور عملی قربانیاں بھی۔ اس کا ثبوت پے درپے جنگوں میں صحابہ کرام کی مالی اور جانی قربانیاں اور ہجرت کرکے آنے والوں کی کھلے دل سے امداد اور اُن کو اپنے گھروں میں پناہ دینا ہے۔

نادان معترض کہتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ مگر وہ اس بات کو بھول جاتا ہے کہ یہ تلوار چلانے والے خود کس تلوار سے گھائل ہوئے۔ یقیناً یہ تلوار حضورؐ کے اخلاقِ فاضلہ اور حضورؐ کی غیر معمولی قوتِ قدسی کی تھی جس نے اندر ہی اندر نہ صرف دلوں کو فتح کیا بلکہ انہوں نے خدا کی راہ میں بھیڑوں اور بکریوں کی طرح ذبح ہونا قبول کرلیا۔ اور اُف تک نہ کی۔

سرزمینِ عرب میں ایسا تیز رُوحانی انقلاب حضورؐ کی قوتِ قدسیہ کا ہی کرشمہ تھا۔ ورنہ عرب کا وہ علاقہ جس کو صدیوں تک یہود و نصاریٰ کی دو قوموں نے سر کرنے کے لئے ہر طرح سے زور لگایا۔ مگر چنداں کامیابی نہ ہوئی اور بقول سر ولیم میور:-

"عیسائی مذہب کی پانچ سو سال کی تبلیغی کوششوں کا یہی نتیجہ تھا کہ ملک میں خال خال عیسائی نظر آتے تھے اور بس۔ یہودی مذہب زیادہ طاقت ور تھا۔ لیکن دُنیا میں تبلیغی مذہب کے طور پر وہ بھی اب گویا بالکل رہ چکا تھا۔ لیکن بُت پرستی اور بنو اسمٰعیل کے توہمانہ اعتقادات کا دریا ہر سمت سے جوش مارتا ہوا الکعبہ کی دیواروں سے آ آکر ٹکرا رہا تھا۔"

(دیباچہ لائف آف محمدؐ صفحہ ۸۵)

پھر عرب کے باشندے نہایت درجہ وحشی۔ غیر مہذب۔ ضدی۔ ہٹ دھرم اور اس قدر جاہل کہ اپنی جہالت کو فخریہ طور پر پیش کرتے کہ ہم اُمّی ہیں۔ حضورؐ نے ایسے وحشیوں کو پہلے انسان بنایا۔ انسان سے بااخلاق اور پھر باخدا انسان بنادیا۔ وہی بھیڑوں۔ بکریوں اور اُونٹوں کو چرانے والے دین میں بھی سردار کہلائے۔ اور دُنیا میں بادشاہ اور سردار قرار پائے۔ سینکڑوں سال اُن کی اولادوں نے دُنیا پر حکومتیں کیں۔ نہ صرف انہوں نے بلکہ اُن کے غلاموں نے بھی۔ اور سب نے مل کر دُنیا پر ایسی چھاپ لگائی جو مٹائے مٹ نہیں سکتی۔

حضورؐ نے ان لوگوں کو علم کے زیور سے ایسا آراستہ کیا اور علم کا ایسا عاشق بنایا کہ تحصیلِ علم اُن کا محبوب مشغلہ بن گیا حتیٰ کہ وہ بہت سے علوم و فنون کے موجد ... وہی قوم جس کا شب و روز کا کام مشغلہ قتل و غارت گری تھا، حضورؐ ہی کی قوتِ قدسی ... نہ صرف یہ کہ اُس نے اس مذموم پیشہ کو بکلی ترک کر دیا بلکہ اس سے بھی اور اُونچے اُٹھ کر قوموں کے ہمدرد اور غریبوں و بے کسوں کے سہارے بن گئے۔ یہ لوگ آپؐ کی ذات کے اس قدر گرویدہ ہوئے کہ کئی کئی دنوں کے فاقے برداشت کرلئے مگر حضورؐ کی چوکھٹ کو محض اس لئے نہ چھوڑا کہ مبادا حضورؐ باہر تشریف لائیں اور وہ حضورؐ کے کلماتِ طیبات کے سُننے اور یاد رکھنے سے محروم ہو جائیں!!

دُنیا میں بیشمار نیک، بزرگ اور مذہبی رہنما گزرے ہیں۔ لیکن جس توجہ اور فدائیت کے جذبہ سے حضورؐ کی ایک ایک بات کو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سُنا اور عمل کیا۔ اپنے دلوں میں جگہ دی۔ اور حافظوں میں محفوظ رکھا اور پھر حضورؐ کے فرمودات اور اُسوۂ حسنہ کو عشق و محبت کے انداز میں نسلاً بعد نسلٍ آگے منتقل کیا۔ اس کی مثال دُنیا کی کسی دُوسری قوم میں نہیں ملتی۔ اس کی وجہ بھی حضورؐ کی قوتِ قدسی ہی ہے۔ وللہ درّ القائل ؎

محبت سے گھائل کیا آپؐ نے — دلائل سے قائل کیا آپؐ نے
جہالت کو زائل کیا آپؐ نے — شریعت کو کامل کیا آپؐ نے

اُس زمانے کے اندازِ فکر میں جو عظیم تبدیلی پیدا ہوئی اس میں حضورؐ کی قوتِ قدسی ہی کارفرما نظر آتی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک مثال بطور نمونہ مستحضر کرتے جائیں۔ جب ابتدائی زمانہ میں حضورؐ نے توحیدِ باری تعالیٰ کی تعلیم اہلِ عرب کے سامنے رکھی تو اُس وقت عرب مشرکین کے دماغ اس نظریہ کو قبول کرنے کے لئے تیار ہی نہ تھے۔ ۳۶۰ بُت تو خانہ کعبہ ہی میں رکھے ہوئے تھے۔ ہر دن کا الگ بُت تھا۔ مشرکانہ عقائد اُن کے دلوں میں اس قدر راسخ ہوچکے تھے کہ توحید کی تعلیم کو سُن کر اس پر حیرت زدہ ہوجاتے کہ بھلا یہ بات بھی عقل میں آسکتی ہے کہ کئی خداؤں کی جگہ صرف ایک ہی خدا کافی ہوجائے۔ قرآن کریم میں اُن کی اس دماغی کیفیت کا نقشہ بیان کرتے ہوئے انہیں کی زبان سے یہ الفاظ ریکارڈ کئے گئے ہیں کہ:-

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝ ......
مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝

(سُورۃ صٓ آیت: ۶ ، ۸)

کیا اُس نے بہت سے معبُودوں کو ایک معبُود بنا دیا ہے؟ یہ بڑی عجیب بات ہے......
ہم نے اس قسم کی بات کا ذکر اپنے سے پہلی قوم میں کبھی نہیں سُنا۔ یہ محض ایک جھوٹ ہے۔

مگر ایک وقت گزر جانے کے بعد انہیں میں سے ہزاروں اور لاکھوں ایسے فدائی بھی تیار ہوگئے جنہوں نے نہ صرف یہ کہ اپنے آبائی مشرکانہ عقائد کو چھوڑ دیا بلکہ توحیدِ الٰہی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ اور اپنے اندازِ فکر میں ایسی زبردست تبدیلی پیدا کی کہ آج یہ حالت ہے کہ وہی بات، جسے اُس وقت کے مشرکین کی عقلیں قبول کرنے کو تیار نہ تھیں آج مسلمانوں کا ایک چھوٹا بچہ بھی خود اُن کی بات کو غیر معقول اور عقل سے خالی قرار دیتا ہے۔ اور اس پر حیرت کرتا ہے کہ توحید کی سادہ سی بات بھی اُن لوگوں کے ذہن قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے!!

(باقی دیکھئے صفحہ ۱۹ پر)

پیشگوئی درباره مصلح موعودؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے والا

ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی

مقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے نوّے سال قبل بتاریخ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو بالہامِ الٰہی ایسی عظیم الشان بشارتوں کو بطور پیشگوئی دُنیا کے سامنے پیش کیا جن کے پورا ہونے سے آپؑ کے آقا و مطاع پیارے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے۔ انہیں بشارات میں سے ایک عظیم الشان بشارت آپؑ کو ایک ایسے فرزندِ ارجمند عطا کئے جانے کے بارہ میں تھی جسے الہامِ الٰہی میں مُصلح موعود کہا گیا۔ اور جو صفاتِ خاصّہ سے متّصف ہو کر آپؑ کا جانشین بننے والا اور اکنافِ عالم میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کر کے ساری دنیا میں شہرت پانے والا تھا۔ اس عظیم الشان بشارت کی الہامی عبارت کا متن ذیل میں درج کیا جاتا ہے! (ایڈیٹر بدر)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"خدائے رحیم و کریم نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جَلَّ شَانُہٗ وَعَزَّ اِسْمُہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دُعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیارپور اور لدھیانہ کا ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قُدرت اور رحمت اور قُربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت اور نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس رُوح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اُس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دُنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے اپنے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نُور آتا ہے نُور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔"

(از اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء صفحہ ۳)

خدا تعالیٰ کی رضا کو جس طرح مرد حاصل کر سکتے ہیں اسی طرح عورتیں بھی اسے پا سکتی ہیں

اسلام نے ہم سے جو بھی مطالبے کئے ہیں وہ ہماری فطرت اور ہماری استعدادوں کے عین مطابق ہیں

ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ ہمارے قلوب صداقت پر قائم ہوں، زبان اس کا اقرار کرے اور ہمارے اعمال بھی اس کے عین مطابق ہوں

جلسہ سالانہ ۱۹۷۶ء کے موقع پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا احمدی مستورات سے بصیرت افروز خطاب!

فرمودہ ۱۱ رفتح ۱۳۵۵ ہش (بمطابق ۱۱ ردسمبر ۱۹۷۶ء) بمقام زنانہ جلسہ گاہ ربوہ

تشہد، تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بنیادی اینٹ

اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی اور اس سے غرض یہ تھی کہ مہدی علیہ السلام کے ذریعہ مرد و زن پر مشتمل ایک ایسی جماعت پیدا کی جائے جو دنیا میں اسلام کو غالب کرے۔ جو توحید خالص کو انسان کے دل میں گاڑنے کی کامیاب کوشش کرے اور جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے انسان کے دل میں ایک ایسا پیار پیدا کرے کہ اس پیار کی دھڑکنیں ان تمام دھڑکنوں سے بڑھ کر ہوں جو کسی پیار کے نتیجہ میں کسی انسان کے دل میں کبھی پیدا ہوئیں۔

یہ کام جو اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کے سپرد کیا اور جس غرض کے لئے کہ اس نے مہدی علیہ السلام کے ذریعے جماعت کو قائم کیا یہ کام گذشتہ چھیاسی سال سے ہو رہا ہے۔ پہلے

ایک مضبوط بنیاد

قائم کی گئی۔ پہلے چند انسان جن کے اندر بڑی استعدادیں اور قابلیتیں تھیں انہیں اللہ تعالیٰ نے مہدی علیہ السلام کے گرد جمع کیا پھر اس میں پھیلاؤ اور وسعت پیدا ہونی شروع ہوئی۔ آہستہ آہستہ قادیان سے یہ جماعت پنجاب میں نکلی پھر ہندوستان میں پھیلی پھر ہندوستان سے باہر نکلی۔ بعد میں پاکستان بنا۔ یہاں کی کچھ جماعتیں تو پرانی ہیں اور کچھ نئی ہیں۔ سب جگہ یہی حال ہے۔ بہرحال جب ہندوستان تقسیم ہوا تو جماعت ہائے احمدیہ بھی تقسیم ہو گئیں کچھ وہاں رہ گئیں کچھ یہاں آگئیں اور کچھ یہاں پہلے سے قائم تھیں۔ تربیت و ہدایت کا یہ کام جاری رہا اور ایک ایسی مخلص جماعت اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے لئے پیدا کر دی جنہوں نے اپنا آرام اور سکھ خدا اور رسول کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسلام پر قربان کیا، جنہوں نے اپنے بچوں کو وقف کر کے دین اسلام کی اشاعت کے لئے پیش کیا، جنہوں نے اپنی دنیوی ضرورتوں کو پس پشت ڈال کر خدا کی راہ میں اپنے اموال پیش کئے۔ جنہوں نے دن رات نوع انسانی کی بھلائی اور بہبود کے لئے خدا کے حضور عاجزانہ جھک کر دعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کو قبول کیا اور الٰہی تدبیر کے مطابق الٰہی منصوبہ کے اجزاء کو اس طرح نمایاں کرنا شروع کیا جس طرح کہ گلاب کھلتا ہے یعنی ایک کے بعد دوسرا واقعہ، ایک ملک کے بعد دوسرے ملک میں

اسلام کی حقیقی روشنی

احمدیت کے ذریعے پھیلنی شروع ہوئی۔ پھر ایک بر اعظم کے بعد دوسرے بر اعظم میں پھیلنی شروع ہوئی اور اب شاید ہی دنیا کا کوئی ملک ایسا ہو جہاں تک احمدیت نہ پہنچی ہو۔ جہاں احمدیت پہنچی وہاں بھی پہلے چند احمدی ہوئے پھر چند سینکڑے پھر چند ہزار اور بعض ملکوں میں پھر چند لاکھ تک ان کی نوبت پہنچی اور

اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا

خدا کی حمد سے اپنے اوقات کو معمور رکھیں میری بہنیں۔ مثلاً خدا نے یہ فضل کیا کہ مغربی افریقہ میں کئی لاکھ عیسائی اور بدمذہب اور دہریہ اپنے باطل خیالات کو چھوڑ کر اسلام کی صداقت کے قائل ہوئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار میں ان کے سینوں میں دل دھڑکنے لگے۔ اور وہ لوگ بڑے پیار کرنے والے اور قربانی کرنے والے ہیں۔ دو چار، سو یا ہزار نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں مغربی افریقہ میں عیسائیوں سے اور بدمذہبوں سے اور بدعقیدہ لوگوں سے احمدیت کی حقیر کوشش کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ برکتوں کی وجہ سے یہ لوگ اسلام کی طرف آئے اور یہ کام جاری ہے اور اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ ساری دنیا، دنیا کے ہر خطہ میں بسنے والا انسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع نہیں ہو جاتا۔ لیکن یہ کام آسان نہیں یہ بڑا مشکل کام ہے۔ جو باتیں اسلام کے خلاف پھیلائی گئیں یا پھیلائی جا رہی ہیں ان کو جاہل لوگوں کے دلوں سے مٹا دینا اور صداقت کی روشنی ان تک پہنچا دینا اور وہ زندگی انہیں عطا کرنا جس کے متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آواز پر لبیک کہو کیونکہ وہ تمہیں اس لئے بلاتا ہے کہ تم مردہ ہو اور وہ تمہیں زندہ کرے لِمَا یُحْیِیْکُمْ۔ یہ کام آسان نہیں تاہم یہ کام جاری ہے۔

آج کا مہذب اور بظاہر پڑھا لکھا اور تعلیم یافتہ انسان اسلام کی طرف

عجیب و غریب غلط باتیں

منسوب کرتا ہے۔ مثلاً میں نے جو امریکہ اور یورپ کا گذشتہ سال دورہ کیا تو وہاں ایک واقعہ یہ بھی ہوا جب گوٹن برگ (سویڈن) میں ہماری مسجد کا افتتاح ہوا جو کہ اس وقت اس ملک میں ایک ہی مسجد ہے جس کی تعمیر کی اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو توفیق دی۔ جمعہ کا دن افتتاح کے لئے مقرر تھا۔ جمعہ کے خطبہ سے اور جمعہ کی نماز سے میں نے اس کا افتتاح کرنا تھا۔ اس دن افتتاح سے قبل مسجد کے اندر صحافیوں کو اپنے طریق پر قالین کے اوپر بٹھا کر پریس کانفرنس کی گئی۔ اس میں فوٹو گرافر بھی آئے ہوئے تھے ہمارا یہ طریق ہے کہ مسجد کے ایک حصہ میں پردہ کر کے عورتوں کی جگہ مسجد میں ہی علیحدہ کر دی جاتی ہے تاکہ ہر دو سکون اور اطمینان کے ساتھ اور پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

گوٹن برگ کی مسجد کے افتتاح کے موقعہ پر

صحافیوں کے علاوہ احمدیوں کا بھی بہت بڑا مجمع اکٹھا ہو گیا تھا تو ایک فوٹو گرافر

نے ایک احمدی دوست سے پوچھا کہ میں مستورات کے حصہ میں جاکر تصویر لینا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ جو اندر بیٹھی ہوئی ہیں وہی بتائیں گی کہ وہ تصویر کھنچوانا چاہتی ہیں یا نہیں۔ خیر دروازے پر کھڑے ہوکر آواز دی کہ فوٹو گرافر صاحب آپ کی تصویر لینا چاہتے ہیں آپ کھنچوانا چاہتی ہیں یا نہیں۔ انہوں نے اندر سے شور مچایا کہ نہیں نہیں بالکل نہیں کھنچوانا چاہتیں۔ چنانچہ آپ مستورات کی جو نمائندہ وہاں بیٹھی ہوئی تھیں انہوں نے ایک سنجی بات کہی کہ ہمیں کیا دلچسپی ہے اس بات میں کہ ہماری تصویریں اخباروں میں چھپیں۔ ہماری دلچسپی تو اس بات میں ہے کہ

ہمارا مولا ہم سے راضی ہوجائے

ہم نہیں تصویریں کھنچوانا چاہتیں۔ اس فوٹو گرافر کو اس پر غصہ آیا اور اس نے اپنا غصہ مسجد پر نکالا۔ اگلے دن جو خبر شائع ہوئی اس میں یہ بات لکھ دی کہ اسلام میں مسلمان عورت کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں اور اس لئے اجازت نہیں کہ کہیں مسجد ناپاک نہ ہو جائے۔ خیر اس نے تو اپنی طرف سے شرارت کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی میں رحمت کے سامان پیدا کر دیئے جب سویڈن میں بسنے والی عورتوں نے یہ خبر پڑھی تو سینکڑوں کی تعداد میں دہریہ، عیسائی وغیرہ عورتیں وہاں یہ پتہ لینے کے لئے آئیں کہ کیا اسلام کے نزدیک واقع میں عورت کے مسجد میں داخل ہونے سے مسجد ناپاک ہوجاتی ہے۔ ہماری مسجد تو ایک عیسائی عورت کے مسجد میں داخل ہونے سے بھی ناپاک نہیں ہوتی ایک مسلمان احمدی عورت کے داخل ہونے سے کیسے ناپاک ہو سکتی ہے۔ بہرحال جب وہ آتیں تو جھجکتیں اور دروازے پر کھڑی ہوجاتیں پھر جب ڈیوٹی پر موجود کوئی دوست انہیں کہتا کہ آپ اپنے بوٹ اتاریں اور اندر جاکر مسجد کو دیکھیں تو وہ پوچھتیں کہ اچھا! مسجد میں عورتیں جا سکتی ہیں؟ ہم اس مسجد میں جا سکتی ہیں؟ ہمارے ایک اخبار نے تو یہ لکھا ہے کہ اگر عورت کا قدم مسجد کے اندر پڑ جائے تو وہ ناپاک ہوجاتی ہے۔ اس پر ان کو بتایا کہ وہ تو اس شخص نے عورتوں کا غصہ مسجد پر اتارا ہے وہ تصویر نہیں کھنچوانا چاہتی تھیں اور اس نے مسجد کے متعلق یہ بات لکھدی۔ پھر سینکڑوں ہزاروں عورتوں نے اپنے جوتے اتارے اور مسجد کے اندر داخل ہوئیں اور پھر وہ ہر جگہ اپنے حلقوں میں جاکر بولیں کہ ہمارے اخبار نے جھوٹی بات لکھی ہے ہم تو خود مسجد کے اندر سے ہوکر آئی ہیں۔

اس وقت جو بات میں بتا رہا ہوں وہ یہ ہے کہ ہم نے ان لوگوں کی

اس ذہنیت کو بدلنا ہے

کہ ہر وقت اور ہر موقع پر اسلام کے تعصب میں اسلام کے خلاف جھوٹ بولنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک جگہ ایک پریس کانفرنس میں مجھ سے پوچھا گیا کہ ہم نے تو یہ سنا ہے کہ اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ مردوں میں تو روح ہے جو مرنے کے بعد زندہ رہتی ہے اور اپنے اعمال کے مطابق اسے جزاء اور سزا ملتی ہے لیکن عورت میں روح ہے ہی نہیں۔ نہ اس کی روح ہے نہ اس کی روح نے زندہ رہنا ہے، نہ اس کے لئے ثواب و جزاء ہے، نہ مرنے کے بعد جنت ہے، نہ خدا تعالیٰ کا پیار ہے۔ اور اگر کسی عورت نے گناہ کیا تو نہ اس پر خدا کا غضب نازل ہونا ہے کیونکہ روح ہے ہی کوئی نہیں۔ اس وقت کی مہذب دنیا میں، تعلیمیافتہ دنیا میں، ترقی یافتہ دنیا میں اسلام کے متعلق اس قسم کے خیالات ہیں کہ اسلام کا مذہب یہ کہتا ہے کہ عورت میں روح ہی نہیں، عورت کو خدا کا پیار ہی نصیب نہیں ہونا۔ میں نے ان کو سمجھایا (اور ہم سب اسے جانتے ہیں) کہ قرآن کریم میں تو جہاں عورت کو خاص طور پر مخاطب نہیں کیا گیا وہاں بھی عورت کے متعلق حکم ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں جو قرآن کریم کی تفسیر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں لیکن بہت سی جگہ پر قرآن کریم نے کھول کر بیان کیا ہے کہ جہاں تک خدا تعالیٰ کی نگاہ میں پیار کے حصول کا سوال ہے۔

عورت اور مرد میں قطعاً کوئی فرق نہیں

جو مرد خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے سعی مقبول کرے گا وہ خدا تعالیٰ کی رضا کو پائے گا اور جو عورت خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے سعی مقبول کرے گی وہ خدا تعالیٰ کی رضا کو پائے گی اور ہر دو کے لئے جنتوں کے دروازے کھلے ہیں مرد کے لئے اسی طرح کھلے ہیں جس طرح عورت کے لئے۔ اور عورت کے لئے اسی طرح کھلے ہیں جس طرح مرد کے لئے۔

میں اس وقت بعض آیات قرآنی آپ کو بتاتا ہوں تاکہ کسی غیر کے دل میں کوئی شبہ نہ رہے اور اگر آپ سے کوئی بات کرے تو آپ علیٰ وجہ البصیرت دھڑلے کے ساتھ اسے کہیں کہ کیسی لغو باتیں کر رہے ہو۔ قرآن کریم تو بھرا ہوا ہے اس بات سے کہ خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے، اللہ تعالیٰ جو جزاء اپنے بندوں کو دیتا ہے اس کے حاصل کرنے اور ثواب کے پانے میں مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں رکھا۔

قرآن کریم نے

اس سلسلہ میں پہلا اعلان

تو پہلے نبی کی باتیں کرتے ہوئے کر دیا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق سورۃ طٰہٰ میں آیا ہے کہ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۵ (طٰہٰ آیت ۱۱۸) کہ اے آدم یہ شیطان صرف تیرا ہی دشمن نہیں بلکہ تیری بیوی کا بھی دشمن ہے۔ صرف مرد کا ہی دشمن نہیں بلکہ عورت کا بھی دشمن ہے۔ اس لئے ہوشیار رہنا کہیں یہ اپنے وسوسے کے نتیجہ میں تمہیں خدا تعالیٰ کے پیار کی جنت سے نہ نکال دے اور اس طرح تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ جہاں تک شیطانی وسوسہ کا سوال ہے اسی کے متعلق دوسری جگہ آتا ہے کہ شیطان نے اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ٹھیک ہے اگر تم میرے بندوں کے خلاف اپنا زور اس نیت سے خرچ کرنا چاہتے ہو کہ انہیں مجھ سے دور لے جاؤ تو قیامت تک کے لئے تمہیں یہ اجازت ہے۔ اور جن بندوں کو دور لے جانے کا سوال ہے ان میں مرد بھی شامل ہیں اور عورتیں بھی۔ پس پہلی رسالت کیساتھ، انبیاء کا سلسلہ شروع ہونے کے ساتھ، پہلے دن سے، آدم علیہ السلام کے وقت میں یہ اعلان کیا گیا کہ خدا سے دور لے جانے اور خدا کی رضا سے محروم کرنے کے لئے شیطانی کوشش صرف مردوں کے خلاف نہیں ہوں گی بلکہ عورتوں کے خلاف بھی ہوں گی۔ اور اگر خدانخواستہ شیطان کامیاب ہو جائے تو صرف مرد ہی جنت سے نہیں نکالے جائیں گے بلکہ عورتیں بھی جنت سے نکالی جائیں گی اور اگر وہ شیطانی فریب کے خلاف کامیاب ہوں خواہ مرد ہوں یا عورتیں، تو ان کو جنت سے نکالنے والا کوئی نہیں پیدا ہوگا۔

پھر

قرآن کریم نے اعلان کیا

کہ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ (الزخرف آیت ۳۷) یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ دیکھو ہر دو جہان کو، اس عالمین کو، اس یونیورس کو ہم نے پیدا کیا اور یہ اعلان کیا کہ انسان کی خدمت کے لئے یہ جہان پیدا کئے گئے ہیں۔ چنانچہ تجربہ شاہد ہے کہ جہاں جہاں انسان نے ان دونوں جہانوں سے خدمت لی اس خدمت کے نتیجہ میں اگر سکھ اور چین پیدا ہوا تو اس کا وارث صرف مرد نہیں بنا بلکہ اسی طرح عورت بھی وارث بنی۔ جتنی ترقیات ہوئیں، اس یونیورس کی، ہر دو جہان کی جزئیات کا علم حاصل کر کے اور ان کو اپنے فائدہ پر لگا کہ انسان نے علم اور تجربہ اور صنعت و حرفت میں جس قدر ترقی کی اس کے فوائد مرد و زن ہر دو کو ملے۔ اور جس غرض کے لئے ان ہر دو جہان کو پیدا کیا گیا تھا وہ یہ تھی کہ انسان کی قوتیں ترقی کر کے اسے اس قابل کر دیں کہ اس کی روحانی استعدادیں نشوونما پائیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کے پیار اور اس کی محبت کو حاصل کرے۔ تو رحمٰن خدا جو بغیر کسی عمل کرنے والے کے عمل کے اپنی نعمتوں کو انسانوں پر نازل کرنے والا ہے۔ وہ نعمتیں جن کے متعلق دوسری جگہ آیا ہے کہ موسلا دھار بارش سے بھی زیادہ کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں انسان پر نازل ہوتی ہیں۔ اس نے یہ نعمتیں صرف

مَردوں پر نازل نہیں کیں بلکہ عورتوں پر بھی نازل کیں۔ اس لئے یہاں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ اس جیسی ہستی سے، اُس رحمٰن خدا سے جو مُنہ موڑے گا تو نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ہم ایک شیطان اس پر مسلط کریں گے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ اور دوسری جگہ اس شیطانی تعلق کو بِئْسَ الْقَرِيْنُ کہا گیا ہے یعنی بہت بُرا ساتھی۔ پس آدمؑ کے وقت میں بھی یہ اعلان کیا گیا اور جب ایک کامل اور مکمل شریعت دنیا کی طرف بھیجی گئی اس وقت بھی یہ اعلان کیا گیا کہ جہاں تک نیکی اور نیکیوں کی جزاء کا سوال ہے، جہاں تک اعمال اور ان کے بدلے کا سوال ہے مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے اس عام اعلان کے علاوہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی

ازواجِ مطہراتؓ کو مخاطب کرتے ہوئے

قرآن کریم میں آیا ہے وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب آیت ۳۰) (میں اس آیت کے معنے کرتے ہوئے اپنے مضمون کے لحاظ سے ایک ٹکڑے کو لوں گا) ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہا گیا ہے کہ اگر تمہیں دارِ آخرت کی یعنی مرنے کے بعد کی زندگی کی نعماء چاہئیں تو تمہیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کے لئے جن قربانیوں کا مطالبہ کیا جاتا ہے اگر تم اس کو پورا کرو گی تو اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا اسلام پر اس رنگ میں قائم رہنے والیوں کے لئے اللہ تعالےٰ نے بڑا انعام تجویز کر رکھا ہے۔ ازواج النبیؐ بھی مستورات میں سے چند مستورات ہی تھیں جو آپؐ کے نکاح میں آئیں۔

اس کے علاوہ بالکل کھُل کر مرد و زن کا ذکر اس رنگ میں آیا ہے کہ ان سے کوئی بھی محروم نہیں۔ چنانچہ آلِ عمران میں فرمایا:-

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى (آل عمران آیت ۱۹۶)

مرد و زن ہر دو کی دُعا قبول ہو گی

دُعا چونکہ نیک اعمال کی خامیوں کو دُور کرنے کے لئے اور بہتر نتائج پیدا کرنے کے لئے خدا کا ایک سمجھدار اور صاحبِ شعور بندہ کرتا ہے اس لئے کہا فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اللہ تعالےٰ مرد و زن ہر دو کی دُعا کو سُنے گا اور اس قبولیت دُعا کے نتیجہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو خواہ مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کرے گا۔ کھول کر یہ اعلان کر دیا گیا کہ مرد ہو یا عورت کسی کے عمل کو ضائع نہیں کیا جائیگا اور آگے فرمایا کہ میں انہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ اللہ کی طرف سے بدلہ کے طور پر انہیں ملے گا اور وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ مرد ہو یا عورت ہر دو کے لئے خدا کے پاس بہترین جزاء ہے۔

پھر دوسری جگہ

سورۃ نساء میں فرمایا

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا۔

(النساء آیت: ۱۲۴، ۱۲۵)

کہ اگر کوئی مرد یا کوئی عورت بدی کرے گی تو اس بدی کا اسے بدلہ ملے گا۔ اس زندگی میں بے فکر نہیں رہنا چاہیئے۔ اور یہ نہ سمجھنا کہ اگر خدا تعالےٰ ابدی کی سزا دینا چاہے تو تمہیں کوئی ایسا مددگار اور دوست بھی مل سکتا ہے جو تمہیں خدا تعالےٰ کی عائد کردہ اور نازل کردہ سزا سے بچا سکے۔ لیکن مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ مرد ہو یا عورت جو لوگ مومن ہونے کی حالت میں اعمالِ صالحہ بجا لائیں گے وہ خدا تعالےٰ کی رضا کی جنتوں میں داخل ہوں گے اور ایک ذرہ برابر بھی ان کا اجر ضائع نہیں ہو گا۔

پھر

سورۃ نحل میں فرمایا

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

(النحل آیت: ۹۸)

کہ تم میں سے جو ایمان کی حالت میں عملِ صالح بجا لائے گا مرد ہو یا عورت ہم اسے دو قسم کی جزاء دیں گے۔ ایک تو حیاتِ طیبہ ہے۔ حیاتِ طیبہ میں اس دنیا کی جنت بھی شامل ہے اور مرنے کے بعد جو جنتیں انسان کے لئے مقدر ہیں وہ بھی اس کے اندر آتی ہیں۔ اور پھر یہ کہ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ عجیب اعلان خدا نے یہاں کیا ہے۔ بڑا زبردست۔ بڑی رحمانیت کا اعلان! کہ تمہارے سارے اعمال میں سے کوئی عمل کم بدلہ حاصل کرنے کے لائق ہو گا کوئی زیادہ بدلہ حاصل کرنے کے لائق کسی میں تم نے مثال کے طور پر دس میں سے دو نمبر لینے والا جواب دیا ہے اور کسی میں دس میں سے نو نمبر لینے والا یا دس نمبر لینے والا جواب، تو خدا تعالےٰ ان کا مجموعہ اجزاء اور انعام کے لئے نہیں لے گا بلکہ جو بہترین عمل ہیں ان کے مطابق اپنی جنتوں میں تمہارے لئے مقام پیدا کرے گا اور تمہیں وہاں جگہ دی جائے گی۔ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ پس اتنا زبردست اعلان ہو جہاں مرد کے لئے وہاں عورت کے لئے بھی، مرد اور عورت کا ذکر کرکے مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى کہنے کے بعد۔ اور یہ لوگ جو مہذب کہلانے والے بڑے عالم اور بڑے محقق ہیں ان کے دماغوں میں ابھی تک یہ ہے کہ اسلامی تعلیم میں عورت کی رُوح ہی کوئی نہیں اس کو کوئی انعام ہی نہیں ملنا۔ وہ خدا کا پیار ہی حاصل نہیں کر سکتی انا للہ وانا الیہ راجعون! آپ ان قوموں کے لئے دُعا کیا کریں کہ اللہ تعالےٰ ان کو فہم اور فراست اور عقل اور شعور اور رُشد اور ہدایت عطا کرے۔

لیکن آخر میں میں ایک اور بات کہنا چاہتا ہوں۔ یہ تو درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مرد کو روح عطا کی ہے جس نے اس دنیوی زندگی کے بعد بھی زندہ رہنا ہے اور اللہ تعالےٰ کی رحمت سے ہم اُمید رکھتے ہیں کہ ہمیں اس کے

فضلوں اور رحمتوں کی جنتیں

نصیب ہوں گی تو جس طرح اللہ تعالےٰ نے مرد کو رُوح عطا کی ہے اسی طرح اس نے عورت کے لئے بھی خدا تعالےٰ کی محبت میں ایک مقام ہے اور روح کو ابدی خوشیاں نصیب ہوتی ہیں لیکن اس کو اس لحاظ سے اس مقام پر لے جانا ہمارا اپنا کام ہے مرد کا بھی اور عورت کا بھی۔ اس کے لئے اسلام نے کچھ مطالبہ کیا ہے۔ اس کے لئے اسلام نے جو مطالبہ کیا ہے ہم بعض دفعہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ سخت مطالبہ ہے بالکل سخت نہیں بلکہ ہماری فطرتوں کے مطابق مطالبہ کیا گیا ہے خدا تعالےٰ نے اسلام میں یہ اعلان کیا ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ آیت: ۲۸۷) کہ تم سے جن قربانیوں کا یا جن اعمالِ صالحہ کا میں مطالبہ کروں گا ان کی تمہیں طاقت بھی عطا کروں گا۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ خدا تعالیٰ نے پانچ وقت نماز پڑھنے کا مطالبہ کیا ہے لیکن ہمیں پانچ وقت نماز کی ادائیگی کی طاقت عطا نہیں کی۔ یہ غلط بات ہے۔ عقلاً ہم اسے غلط ثابت کر سکتے ہیں۔ قرآن کریم نے اعلان کیا ہے کہ ہم نے جو بھی قربانی تم سے مانگی ہے اس کی قوت اور استعداد تمہیں عطا کی گئی ہے۔

مختصراً

جو مطالبات کئے گئے ہیں

اور جن کو میں نے اس تقریر میں اختصار کے ساتھ بیان کرنے کے لئے لیا

کیا ہے وہ بارہ ہیں۔ مرد کے لئے بھی اور عورت کے لئے بھی۔ لیکن مَیں چونکہ آپ بہنوں سے مخاطب ہوں اس لئے مَیں نے قرآن کریم کے صرف وہ الفاظ لئے ہیں جو عورت کے متعلق ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رُوح مَیں نے تمہیں دی۔ لیکن رُوح کا جو مقام ارفع مَیں نے مقدّر کیا ہے وہاں تک پہنچنے کے لئے تمہاری کوشش، تمہارے جہاد، خدا تعالیٰ کے عشق میں تمہاری قربانیوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو کر اسلام کو غالب کرنے کے لئے تمہاری کوششوں کا ہونا ضروری ہے۔ اگر یہ قربانیاں دوگی تو قرآن کریم فرماتا ہے ایک جگہ ایک آیت کے آخر میں ہے اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمۡ مَّغۡفِرَۃً وَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا (الاحزاب آیت: ۳۶) کہ ایسے مردوں اور عورتوں سے جو کوتاہیاں رہ جائیں گی اُن کے لئے مغفرت مقدر ہے اور ان کوتاہیوں کو دُور کرکے اور مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لینے کے بعد جو حسین شکل کسی مرد یا عورت کی نکلے گی اس کے مطابق اجرِ عظیم دیا جائے گا۔

ایک مطالبہ یہ ہے

قرآن کریم کہتا ہے کہ خدا کے پیار کے حصول کے لئے تمہیں اَلۡمُسۡلِمٰتِ بننا پڑے گا۔ اور اسلام اس بات کا نام ہے کہ جس طرح بکرا قصائی کی چھری کے نیچے اپنی گردن مجبوراً رکھتا ہے اس طرح تم برضاء و رغبت خدا تعالیٰ کے عشق کے جوش میں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار کے نتیجہ میں خدا کی آواز پر لبّیک کہتے ہوئے اسلامی تعلیم کے نیچے جو گند کو اپنی چھری سے کاٹنے والی ہے، اپنی گردنیں رکھ دو۔ یہ ہے اسلام۔ خدا کہتا ہے رُوحانی زندگی کے ثبوت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے تمہیں اَلۡمُسۡلِمٰتِ بننا پڑے گا۔

پھر کہا اَلۡمُؤۡمِنٰتِ بننا پڑے گا۔ اس کے معنے یہ کئے گئے ہیں کہ دل کا یہ عقیدہ ہو کہ اسلام اپنی پوری تعلیم کے ساتھ مکمل صداقت ہے جسے ہمیں قبول کرنا چاہیئے۔ اور ہم اسے قبول کرتے ہیں۔ اور زبان سے اس کا اقرار ہو اور اس تعلیم کے مطابق عملی زندگی ہو

ایمان کی تین شرطیں ہیں

(۱) ایمان یہ تقاضا کرتا ہے کہ دل صداقت پر قائم ہو۔ (۲) زبان صداقت کے بول بول رہی ہو۔ اور (۳) ہمارا عمل اس کے مطابق ہو۔ ہمارے جوارح اور اعضاء اس کے مطابق عمل کر رہے ہوں جو ہم کہتے ہیں وہ ہم کرنے والے ہوں۔ اس کو ہم کہتے ہیں اسلام کے مطابق اپنی زندگی گزارنا اور اس کی جزاء جو قرآن کریم نے اس جہان میں بھی بتلائی ہے۔ پتہ ہے کیا ہے؟ قرآن کریم کہتا ہے اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ (آل عمران آیت: ۱۴۰) کہ غالب ہمیشہ تم ہی رہو گے۔ مسلمانوں کو کہا، مومنوں کو کہا کہ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ ہمیشہ تم ہی غالب رہو گے۔ اسلامی تعلیم کی روشنی میں باطل کے خلاف تمہاری جد و جہد جس قسم کی بھی ہوگی غلبہ تمہیں ملے گا مگر ایک شرط ہے اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (آل عمران: آیت ۱۴۰) اگر تم ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ہوگے لیکن محض زبان سے اقرار کرنا، نہ دل مانے اور نہ عمل ثابت کریں۔ محض یہ کہنا کہ ہمارا دل مانتا ہے لیکن ہماری زندگیاں ہماری زبانوں کو جھٹلا رہی ہوں تو قرآن کریم کہتا ہے کہ پھر تمہیں دنیا میں بھی ایسے ایمان کی جزاء جنت کی صورت میں نہیں ملے گی۔ اور اگر تم نے اس دُنیا میں بھی خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنا ہے تو تمہارے دل، زبان اور عمل کو اپنا ایمان ثابت کرنا ہوگا۔ خدا کہتا ہے کہ پھر میں فرشتوں کو تمہاری مدد اور نصرت کے لئے آسمانوں سے بھیجوں گا۔ اور جب تم دشمنِ اسلام اور مخالفِ اسلام کے مقابلہ میں کوئی جد و جہد کروگے تو اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی مدد سے خدا تعالیٰ کے آسمانی منصوبہ کے ماتحت تم ہی غالب رہوگے۔ لیکن شرط وہی ہے کہ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ۔ اس آیت میں فرمایا کہ اگر تمہیں اپنی زبردست رُوحانی طاقت اور قوت کا مظاہرہ کرنا ہے تو تمہیں اَلۡمُؤۡمِنٰتِ بننا پڑے گا۔

اَلۡقٰنِتٰتِ

کامل فرمانبردار بننا پڑے گا

اَلصّٰدِقٰتِ کامل راست گو بننا پڑے گا۔ اَلصّٰبِرٰتِ مصائب زمانہ پر یا امتحان کے وقت کامل صبر کرنے والی بننا پڑے گا۔ اَلۡخٰشِعٰتِ کامل عجز دکھانے والی بننا پڑے گا۔ اَلۡمُتَصَدِّقٰتِ کامل صدقہ کرنے والی بننا پڑے گا۔ اَلصّٰٓئِمٰتِ کامل روزہ گزار بننا پڑے گا۔ روزے کی تمام شرائط کے ساتھ۔ اَلۡحٰفِظٰتِ اپنی عصمت کی حفاظت اس طرح کرنی پڑے گی جیسا کہ اسلامی تعلیم نے تمہیں بتایا ہے۔ اور سب کی جان یہ کہ اَلذّٰکِرٰتِ تمہیں اللہ کا بہت ذکر کرنے والی بننا پڑے گا

توبہ کرتے ہوئے، عبادت بجا لاتے ہوئے۔ (تٰٓئِبٰتٍ۔ عٰبِدٰتٍ) تمہیں خدا کے ذکر میں مشغول رہنا پڑے گا۔

اگر تم اس طرح پر اپنی رُوح کی طاقت کا دُنیا کے سامنے مظاہرہ کروگی تو دُنیا کی طاقتوں کو ماننا پڑے گا کہ تم احمدی عورتوں میں پاک رُوح ہے جیسا کہ قرآن کریم نے بتایا ہے۔ لیکن اگر تم نے خود ہی اپنی رُوح کو مار دیا۔ اگر تم نے زندگی بخش الٰہی تعلق سے اپنا تعلق قطع کر لیا۔ اگر تم خدا سے دُور جا پڑیں۔ اگر تم نے اسلام کا نام لینا چھوڑ دیا۔ اگر تم نے اسلامی عقائد کو اپنے دلوں سے نکال دیا۔ اگر تم نے اسلام کے مطابق اپنے اعمال کو نہ بنایا تو دُنیا کہے گی کہ تمہارا یہ دعویٰ محض بکواس ہے کہ تمہارے اندر بھی ایک پاک رُوح ہے جس کو نیکی کی جزا اور جس کو ثواب ملے گا، جس کو جنتیں ملیں گی جس کو خدا کا پیار ملے گا۔ جہنمی اور مُردہ رُوح کو کیسے ملے گا؟ مُردہ رُوح مرنے کے بعد پھر رضائے باری کی جنتوں کی کیسے حقدار رہے گی؟

خدا نے رُوح کو زندہ رکھنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ لیکن مرنے کے بعد کی یہ ابدی زندگی محض دو طرح سے ملتی ہے۔

اس کے دو ہی راستے ہیں

قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق تیسرا کوئی راستہ ممکن ہی نہیں ہے۔ ابدی زندگی ایک تو ملتی ہے قرآن کریم پر عمل کرکے۔ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمۡ مَّغۡفِرَۃً وَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا خدا نے کہا کہ اس طرح زندہ رہنے والی مطمئن رُوح اپنے رب سے راضی اپنے حالات سے راضی رُوح ان جنتوں کی وارث رُوح اجرِ عظیم کی مستحق ہوگی۔ ایسا اجر جس سے بڑھ کر کوئی اجر تصوّر میں بھی نہیں آسکتا۔ ایک راستہ تو یہ ہے۔ اور دُوسرا راستہ بڑا سخت ہے۔ اللہ معاف رکھے۔ خدا نے رُوح کو اپنے پیار کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس جو رُوح خدا تعالیٰ کے پیار سے دُور ہو گئی اُس کو اس نے ہلاک نہیں کیا۔ یہ اس کی شان رحمانیت ہے۔ خدا نے یہ نہیں کہا کہ مَیں نے تمہیں کہا تھا کہ مسلمات بنو، مومنات بنو وغیرہ تو تم میرے پیار کو حاصل کروگی اور ابدی جنتوں کی وارث ہوگی۔ لیکن چونکہ تم نے میرا کہا نہیں مانا اس لئے جس طرح مَیں نے اپنے دستِ قدرت سے تمہیں زندگی اور حیات بخشی تھی اسی طرح اب مَیں تمہیں فنا اور ہلاکت دیتا ہوں۔ یہ نہیں کہا خدا نے۔ بلکہ خدا نے کہا کہ مَیں نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ تم ابدی جنتوں کی وارث بنوگی۔ اس لئے اب ایک دُوسرا راستہ ہے۔ ایک ہسپتال ہے جس کو ہم دوزخ کہتے ہیں۔ وہاں اس قسم کا قہر الٰہی ہے کہ اس کے اندر ایک لحظہ رہنے کا تصوّر بھی ہمارے رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔

خُدا کہتا ہے

کہ تمہیں اس ہسپتال میں سے گزر کر میری جنتوں تک پہنچنا پڑے گا۔ اب یہ آپ کی مرضی ہے، خدا کی جنتوں تک تو تم نے جانا ہے کیونکہ خدا نے تمہیں رُوح دی ہے۔ مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی۔ اس لئے جونسا راستہ مرضی اختیار کر لو۔ اب مَیں صرف عورتوں کو ہی مخاطب نہیں کر رہا بلکہ اس وقت اپنے بھائیوں اور بہنوں ہر دو کو مخاطب کر رہا ہوں۔ تمہارے لئے خدا تعالیٰ نے اپنی جنت مقدر کی ہے۔ تمہیں اس لئے پیدا کیا ہے کہ تم اس کی صفات کے مظہر بن کر اس کے پیار کو حاصل کرو۔ تمہارے لئے دو ہی راستے ہیں۔ ایک نزدیک کا راستہ ہے۔ ایک وہ راستہ ہے جو اس دُنیا میں بھی تمہاری زندگی میں جنتوں کو پیدا کر دیتا ہے اور ایک دُور کا راستہ ہے جو جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں سے گزرتا ہے جو جھلس کے رکھ دیتا اور جلد کو اُدھیڑ کے رکھ دیتا ہے۔ اور اتنی تکلیف دیتا ہے کہ اگر ساری دُنیا کے انسانوں کی تکالیف اور دُکھ اور درد اکٹھے کر دیئے جائیں تو اس دوزخ کے ایک سیکنڈ کا دُکھ اور درد بھی اس سے زیادہ ہے۔ تو اب ہم نے خود اپنے لئے ایک راستہ اختیار کرنا ہے۔

میری یہ دُعا ہے

اور مجھے یقین ہے کہ آپ کی بھی یہ دُعا ہوگی کہ اے خدا ہم سے کوتاہیاں ہوں تو معاف کر دے۔ ہماری غلطیوں کو نظر انداز کر دے۔ ہمیں اسی جہان میں مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے تاکہ وہ سیدھا راستہ تیری جنت کا جو دوزخ میں سے ہو کر نہیں گزرتا وہ ہمیں میسر آجائے اور تیرے پیار کو ہم حاصل کرنے والے۔ تیرے پیار کو ہم حاصل کرنے والیاں ہوں۔ آمین!"

(اس خطاب کے بعد حضور نے حاضرات سمیت ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائی) (الفضل ۸ر ۲۲)

تقریر جلسہ سالانہ قادیان دسمبر ۱۹۷۷ء

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

مدنی زندگی کے اہم پہلو

از مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاھد مدرّس مدرسہ احمدیہ قادیان

محترم جناب صدرِ جلسہ و معزز سامعین!

میری تقریر کا عنوان ہے "سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (مدنی زندگی کے اہم پہلو)"۔ لغت کے لحاظ سے "سِیرۃ" کا لفظ سَارَ یَسِیْرُ سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ سِیْرَۃُ الرَّجُلِ: صَحِیْفَۃُ اَعْمَالِہٖ، کَیْفِیَّۃُ سُلُوْکِہٖ بَیْنَ النَّاسِ (المنجد) کہ انسان کی سیرت سے مراد اس کے افعال و اعمال کا صحیفہ اور اس کا وہ رویّہ اور سلوک ہے جو وہ بنی نوعِ انسان کے ساتھ زندگی میں اختیار کرتا ہے۔ اس لحاظ سے مجھے یہ بیان کرنا ہے کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مدنی زندگی میں جبکہ آپ کو اقتدار حاصل ہوگیا تھا۔ جب روحانی پہلو سے آپ افضل الانبیاء اور دنیاوی پہلو سے ایک بااختیار بادشاہ تسلیم کئے جا چکے تھے، آپ کا رویّہ اور سلوک بنی نوعِ انسان سے کیسا تھا۔

حضرات! آج سے چودہ سو برس قبل دنیا میں کفر و ضلالت اور شرک کا دَور دورہ تھا۔ اخلاق ناپید ہو چکے تھے اور روحانیت عنقا ہو چکی تھی۔ ظلم و تعدی حکومت دنیا پر مستولی تھی۔ مذہبی تعلیمات مسخ ہو چکی تھیں۔ مذاہب کے علمبردار بدعملی اور بداخلاقی میں بدترین نمونہ تھے۔ قرآن مجید نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ ظَہَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم: ۴۱) یعنی خشکی و تری پر فساد غالب تھا۔ ہر جگہ انتشار و خرابی روز افزوں تھی۔ تب اس ظلمت کدۂ دنیا کو بقعۂ نور بنانے کے لئے اور مکارمِ اخلاق کی تکمیل اور صحیح انسانیت قائم کرنے کے لئے خالقِ ربّ العٰلمین نے اپنی عظیم ترین تجلّی حضرت محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مطہر پر نازل فرمائی۔ ہاں! وہی مقدس ہستی جس کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النّبیین قرار دیا۔ وہی پاک وجود جس کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (سورۃ قلم: ۵) کہ آپؐ ایسے بزرگ اخلاق پر قائم ہیں کہ آپؐ کی سیرت کی گہرائی اور آپ کے اخلاق کی عظمتوں کے پانے سے انسان قاصر رہیں گے۔ اور اسی عظیم، تاریخی اور جامع سیرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (احزاب: ۲۱) کہ اے مومنو! تمہارے لئے زندگی کے ہر پہلو میں، ہر شعبہ میں حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات میں ایک بہترین اور کامل نمونہ ہے۔

احادیث میں آتا ہے کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کافی عرصہ بعد کسی شخص نے حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلعم کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا تو آپؓ نے نہایت ہی مختصر اور جامع جواب یہ دیا کہ "کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنَ"۔ وہ تمام باتیں جنہیں قرآن نے بُرا کہا ہے آپؐ میں نہ تھیں۔ اور جن باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے وہ سب آپ کیا کرتے تھے۔ الغرض حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات میں۔ اپنی صفات میں۔ اپنے اعمال میں اور اپنے کارناموں میں ہر پہلو سے انسانیت کا نقطۂ کمال ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپؐ نے اصلاحِ خلق کے لئے دعویٔ نبوت و رسالت فرمایا تو باوجود اس کے کہ آپؐ کی شخصیت نہایت جاذب تھی۔ آپؐ کے اخلاق نہایت اعلیٰ تھے۔ اپنوں اور بیگانوں سے آپؐ کا سلوک نہایت عمدہ تھا۔ سب لوگ آپؐ کو صدوق و امین قرار دیتے تھے، نہایت ہی شدید قسم کی مخالفت کا آپؐ کو سامنا کرنا پڑا۔ اور متواتر تیرہ سال تک آپؐ پر اور آپؐ کے ماننے والے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ اور ایذا رسانی کا کوئی ایسا پہلو نہ تھا جس کو فروگذاشت کیا گیا ہو۔ حتیٰ کہ خود حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی گئی۔ تب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ابتداء میں مسلمانوں نے اور آخر کار خود سرورِ کائنات صلعم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ ہجرت کرتے وقت جب آپ مکّہ سے باہر نکلے تو اپنی محبوب بستی کے چھوٹنے پر آپ کا دِل مضطرب تھا اور چشم پُرنم۔ آپ نے اس مقدس شہر پر آخری نظر ڈالی اور حسرت و رقّت کے ساتھ شہر کو مخاطب کرکے فرمایا: "اے مکّہ کی بستی! تُو مجھے سب جگہوں سے زیادہ عزیز ہے مگر کیا کروں کہ تیرے لوگ مجھے یہاں نہیں رہنے دیتے"۔

عبادتِ الٰہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد ایک طرف تو سیاسی اور تمدنی لحاظ سے آپ کی ذمّہ داریاں بہت بڑھ گئیں۔ تو دوسری طرف کفارِ مکّہ کی طرف سے لگاتار مدینہ پر حملے کئے جاتے رہے۔ تاکہ آپ کو اور آپ کے مشن کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ لیکن اس قدر مصروف ترین زندگی، خطرناک ترین حالات۔ شدید ترین تکالیف و مصائب کے باوجود آپ کی زندگی کا کوئی لمحہ بھی اپنے ربّ کی یاد سے غافل نہیں گزرا۔ آپ کا پاک وجود خدا تعالیٰ میں بالکل ہی محو ہو چکا تھا۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں آپ مشغول رہتے اور یہ راز و نیاز کا سلسلہ ایسا وسیع ہوتا کہ بارہا عبادت کرتے کرتے آپ کے پاؤں سُوج جاتے۔ صحابہؓ عرض کرتے، یا رسول اللہ اس قدر عبادت کی بھی آپ کو کیا حاجت ہے۔ آپ کے تو گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ اس کا جواب آپؐ یہی دیتے کہ "افلا اکون عبدًا شکورًا"۔ (بخاری کتاب التہجد باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللیل) جب میرے ربّ نے مجھ پر اس قدر احسان فرمایا ہے کہ میرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں تو کیا میرا فرض نہیں کہ مَیں اُس کا شکر گذار بندہ بن کر اُس کی اَور عبادت بجا لاؤں۔ اور اُدھر اللہ تعالیٰ بھی ہر گھڑی آپ سے پیار و محبت کا اظہار فرماتا ہے۔ حتیٰ کہ بارگاہِ خداوندی سے حکم جاری ہوتا ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران: ۳۲) اے محمد صلعم! تم تمام لوگوں سے یہ کہہ دو کہ اگر تم لوگوں کو محبتِ خداوندی کا دعویٰ ہے تو میری پیروی کرو، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم لوگ بھی خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔ اور اللہ تعالےٰ آپ کی شان میں فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ۔ (فتح: ۱۱) کہ اے محمد صلعم! جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں وہ دراصل خدا کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔ اور قرآن مجید ہی کی روشنی میں آپ کی زندگی اس بات کا مُرقّع تھی کہ "قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"۔ (انعام: ۱۶۳) اے محمد صلعم! تو لوگوں کو یہ بھی بتلا دے کہ میری عبادت میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب کی سب ربّ العٰلمین خدا کے لئے ہیں۔

اور آپؐ کی زندگی کا آخری لمحہ بھی اس بات پر شاہد ہے کہ اپنی وفات کے وقت آپؐ کو نہ تو اپنی عظیم الشان فتوحات کا خیال آتا ہے، نہ اپنی بادشاہت و حکومت کی طرف توجہ جاتی ہے نہ آئندہ کی کوئی فکر دامنگیر ہے، نہ مُلکی تدابیر کے متعلق آپ وصیت کرتے ہیں اور نہ اپنے رشتہ داروں اور بیویوں کے لئے کوئی ہدایت لکھواتے ہیں بلکہ اگر زبان پر کوئی فقرہ جاری ہے تو یہی کہ اللّٰہُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی اللّٰہُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔ اے میرے اللہ مجھے رفیق اعلیٰ میں جگہ دے، اے میرے اللہ! مجھے رفیقِ اعلیٰ میں جگہ دے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اُس کی توحید کے قیام کے لئے آخر دم تک اپنا سب کچھ نثار کرکے عرب کے سارے علاقہ میں خدائے واحد کی پرستش کو قائم کر دیا۔ اور اس راہ میں ہر قسم کی تکلیف کو نہایت خندہ پیشانی سے قبول کیا اور ہر دُکھ کو دِل کی راحت سمجھا۔ خود فرماتے ہیں: "اِنِّیْ لَوَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُحْیَا ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیَا ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیَا"۔ (صحیح بخاری) کہ میری دلی تمنّا ہے کہ مَیں اپنے محبوب ربّ العالمین کی راہ میں جامِ شہادت نوش کروں، پھر زندہ کیا جاؤں، اور پھر اسی لذیذ موت کو قبول کروں۔ پھر زندہ ہوں اور پھر شہید کیا جاؤں۔

خشیتِ الٰہی معزز بھائیو! قُربِ الٰہی کا اتنا بلند ترین مقام ملنے اور اپنی عبادت و ریاضت کو انتہا تک پہنچا دینے کے باوجود خشیتِ الٰہی آپ پر اس قدر غالب تھی کہ آپ نے اپنے اعمال پر کبھی بھروسہ نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ایک دفعہ فرمایا کہ کسی کو اُس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا آپؐ بھی اپنے اعمال کے زور سے جنت میں داخل نہ ہوں گے؟ آنحضرت صلعم نے جواب دیا کہ مَیں بھی اپنے اعمال کے زور سے جنّت میں داخل نہ ہوں گا۔ اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ بِفَضْلِہٖ وَرَحْمَتِہٖ۔ بلکہ خدا کا فضل اور اس کی رحمت مجھے ڈھانپ لیں گے، تو مَیں جنّت میں داخل ہوں گا۔

اُدھر تو بادشاہِ دوجہاں کا اللہ تعالیٰ کی خشیت میں یہ کمال تھا۔ اِدھر ہم آج کل کے فُقراء اور پیروں کو دیکھتے ہیں کہ ذرا عبادت کی اور مغرور ہوگئے۔ دُنیا و مافیہا اُن کی نظروں میں اس قدر حقیر ہو جاتی ہے کہ ذرا کوئی بات ہوئی تو کہتے ہیں کہ اُلٹا دوں طبقۂ زمین و آسمان۔ اور بعض تو ایسے بھی ہوتے ہیں کہ فقط اپنی بہشت الگ رہی اپنے دستخطی رقعوں پر دُوسروں کو بھی بہشت دِلاتے پھرنے کے دعوے کرتے ہیں۔ ایسے لوگ معرفتِ الٰہی سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں۔ اور قرآنِ مجید پر عمل کرنا تو دُور کی بات ہے ایک آیت بھی پڑھ کر سمجھ نہیں سکتے۔ لیکن دعاوی ایسے کہ نعوذ باللہ خدا تعالےٰ نے سب کاروبارِ خدائی انہی کے سپرد کر دیا اور آپ علیحدہ ہوگیا۔ وہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو دیکھیں کہ آپؐ نے خدا تعالےٰ کی قدرت و عظمت و جلال کا کیسا صحیح اندازہ لگایا اور کس طرح آپ کے دل پر حقیقت منکشف تھی کہ آپ ان اعمال کے ہوتے ہوئے بھی اُس ربّ العالمین بادشاہ کی غِنا سے ہمیشہ خائف رہتے۔ چنانچہ جنگِ بدر کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کہ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّہُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِہِمْ لَقَدِیْرٌ (حج: ۴۰) مسلمانوں کے خلاف چونکہ کفار نے تلوار اُٹھائی ہے اِس لئے انہیں لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ (مسلمان) مظلوم ہیں اور اللہ تعالےٰ ضرور اُن کی مدد پر قادر ہے۔ جب مسلمانوں کو مجبور ہو کر

ظلم کے خلاف اپنے دفاع کے لئے مشرکین مکہ سے جنگ کرنا پڑی تو ایک طرف کفار اور مسلمانوں کے لشکروں کی کی نسبت ایک اور تین کی تھی۔ یعنی کفار ایک ہزار کی تعداد میں رائج الوقت سامانِ حرب سے خوب آراستہ تھے اُن کی فوج میں سواری کے سات سو اُونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے ۔ اور سب سوار اور اکثر پیادہ زرہ پوش تھے اور دیگر سامانِ جنگ بھی مثلاً نیزہ۔ تلوار اور تیر کمان وغیرہ کافی تعداد میں موجود تھا ۔ اُن کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی ۔ اور بے سرو سامانی کا یہ عالم تھا کہ ساری فوج میں صرف ستر اونٹ اور دوؔ گھوڑے تھے ۔ اور انہی پر مسلمان باری باری سوار ہوتے تھے حتیٰ کہ آنحضرت صلعم کے لئے بھی کوئی علیٰحدہ سواری نہیں تھی ۔ اسلامی لشکر میں زرہ پوش صرف چھ سات تھے ۔ اور باقی سامانِ حرب بھی بہت تھوڑا اور ناقص تھا ـــــ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے وعدے اور بشارتیں تھیں جن سے مسلمانوں کے دل مطمئن اور حوصلے بلند تھے ۔ اور اس تائیدِ الٰہی کے آثار بھی ظاہر ہو رہے تھے ۔ لیکن ان سب وعدوں ، بشارتوں اور نشانات کے باوجود اللہ تعالیٰ کے غنا کو مدِ نظر رکھ کر آنحضرت صلعم کے دل پر خشیتِ الٰہی غالب تھی اور بیتاب و بے قرار ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں دُعا فرماتے تھے کہ :-

” اے خُدا میں تجھے تیرے عہد اور وعدے یاد دلاتا ہُوں اور اُن کے ایفاء کا طالب ہُوں اے میرے رب ! اگر تُو نے مسلمانوں کی اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر آج کے بعد تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا ۔ “

اِس پر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! بس کیجئے ۔ آپ نے تو اپنے رب سے دُعا کرنے میں حد کر دی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت زرہ پہنی ہوئی تھی ۔ آپ خیمہ سے باہر نکل آئے اور فرمایا کہ ابھی ان لشکروں کو شکست ہو جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے ۔

اللہ ! اللہ !! خدا کا خوف ایسا تھا کہ باوجود وعدوں کے اس کے غنا کا خیال تھا ۔ اور یقین بھی ایسا تھا کہ جب حضرت ابوبکر رضؓ نے عرض کی تو بآوازِ بلند سُنا دیا کہ مَیں ڈرتا نہیں بلکہ خدا کی طرف سے مجھے علم ہو چکا ہے کہ دشمن شکست کھا کر ذلیل و خوار ہوگا اور ائمۃ الکفر یہیں مارے جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔

حضرات ! آنحضرت صلعم کے اِس پاک اُسوہ میں جماعتِ احمدیہ کے لئے خاص طور پر ایک بڑا سبق ہے کہ ہم جو امام مہدی کی قائم کردہ جماعت ہیں ، صحابہ رضؓ کے نمونہ پر قائم ہونے والی جماعت ہیں۔ ہم جو اسلام کی نشأۃِ ثانیہ اور اُس کے غلبہ کے علمبردار ہیں۔ ہمیں بھی اُسوۂ نبوی ؐ پر عمل کرتے ہوئے ایک طرف تو اپنی مساعی اور جدّ و جہد کو تیز سے تیز تر کرتے چلے جانا ہے تو دوسری طرف ذکرِ الٰہی اور دُعاؤں کو اپنی استعداد کے مطابق اپنی انتہا تک پہنچا دینا ضروری ہے ۔ کہ یہی چیز رحمتِ الٰہی کو جذب کرنے کا باعث بنتی ہے ۔ اور یہی مقصد ہے جو ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ کے لئے دُعاؤں اور ذکرِ الٰہی کا روحانی پروگرام ہمارے سامنے پیش فرمایا ہے ۔

غیرتِ دینی

سامعین کرام ! حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں محبت اور خشیتِ الٰہی کا یہ امتزاج اپنے اندر ایسی رعنائی رکھتا ہے کہ نازک سے نازک موقع پر بھی آپ نے اس کے لئے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر غیرت کا برملا اظہار فرمایا ہے ۔ چنانچہ ۳ ہجری میں جنگِ اُحد کے موقع پر جب مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہوگئی اور سارا اسلامی لشکر پراگندہ ہوگیا اور رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد صرف ایک قلیل جماعت ہی رہ گئی اور خود آنحضرت صلعم شدید زخمی تھے تو ابوسفیان نے جو کفار کے لشکر کا سپہ سالار تھا تین دفعہ بآوازِ بلند پکار کر کہا کہ کیا تم میں محمد ؐ موجود ہے ۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضؓ کو جواب دینے سے منع فرمایا ۔ پھر ابوسفیان نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بآوازِ بلند پوچھا کہ کیا یہ لوگ موجود ہیں ۔ آپ نے تب بھی منع فرمایا کہ جواب نہ دیا جائے ۔ تب اُس نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ یہ سب لوگ مارے گئے ہیں ۔ اور فخریہ رنگ میں یہ نعرہ مارنے لگا کہ اُعْلُ ھُبَل اُعْلُ ھُبَل ۔ یعنی ہُبل بُت کا درجہ بلند ہو ۔ اس مشرکانہ نعرہ کو آنحضرت صلعم برداشت نہ کر سکے ۔ اور نہایت غیرت کا اظہار کرتے ہوئے جوش سے فرمایا کہ تم اس کو جواب کیوں نہیں دیتے ۔ صحابہ رضؓ نے عرض کیا حضور کیا جواب دیں ۔ فرمایا کہو کہ اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلّ ۔ یعنی خدا تعالیٰ ہی سب سے بلند رتبہ اور سب سے زیادہ شان والا ہے ۔ ابوسفیان نے یہ سُن کر کہا کہ ہمارا تو ایک بُت عُزّٰی ہے اور تمہارا کوئی عُزّٰی نہیں ۔ جب صحابہ رضؓ خاموش رہے تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جواب کیوں نہیں دیتے ؟ صحابہ نے پھر عرض کی حضور ! کیا جواب دیں ؟ فرمایا ، اُنہیں کہو کہ اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ ۔ خدا ہمارا دوست اور کارساز ہے اور تمہارا کوئی دوست نہیں ۔

اندازہ کیجئے ! اپنے نفس اور اپنی ذات کے متعلق آپ کو کس قدر ضبط اور صبر ہے ۔ اور خدا تعالیٰ اور اُس کے دین کی کیسی غیرت ہے کہ حالات کی نزاکت اور اپنی جان کے خطرہ تک کو خُدا کی خاطر فراموش کر دیا ۔

رواداری

لیکن اِس غیرت کے اظہار کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے دیگر مذاہب کے لوگوں کی تعلیمات ، عقائد اور جذبات کی پرواہ نہ کی ہو ۔ اُن کا احترام نہ کیا ہو ۔ بلکہ اس لحاظ سے بھی آپ کی پاکیزہ زندگی تمام انسانوں کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے ۔ کیونکہ اس تعلق میں آپ نے سب سے پہلے آزادیٔ ضمیر کے حق میں آواز بلند فرمائی ۔ کہ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (البقرہ : ۲۵۷) دین کے اختیار کرنے میں کسی پر کوئی جبر اور زبردستی نہیں ہونی چاہیئے ۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ اصل بھی قائم فرمایا کہ ” اِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ “ (فاطر : ۲۵) یعنی کوئی قوم بھی ایسی نہیں جس میں خدا تعالیٰ کے نبی نہ گذرے ہوں ۔ اِس اعلان کے ذریعہ آنحضرت صلعم نے سب اقوام اور تمام مذاہب کے نبیوں کے تقدس کو قبول فرمایا ہے ۔ [illegible] وہ ہر قوم کے نبیوں ۔ رشیوں ۔ منیوں اور اوتاروں کی عزت اور احترام کرتے ہیں ۔ خواہ وہ مقدس وجود ہندوستان کے ہوں ۔ چین کے ہوں ۔ ایران کے ہوں یا کسی بھی مُلک کے ہوں ۔ اور پھر آنحضرت صلعم نے مذہبی رواداری کے لئے یہ بھی تعلیم دی ہے کہ غیر مذاہب کے اُصول جن پر اُن کے مذہب کی بنیاد ہے اُن کو بھی بُرا مت کہو ۔ چنانچہ آپ نے اعلان فرمایا کہ ” لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ (انعام : ۱۰۹) یعنی وہ چیزیں جنہیں دوسرے مذاہب والے عزت و توقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں جیسے بُت وغیرہ اُن کو بھی گالیاں مت دو ۔ گو تمہارے نزدیک وہ چیزیں دُرست نہ ہوں ۔ کیونکہ اس طرح وہ لوگ بھی بغیر سوچے تمہارے اصُول کو بُرا بھلا کہیں گے ۔ اور ضد میں آکر خدا کو گالیاں دیں گے ـــــ مذہبی رواداری کے لئے آنحضرت صلعم کی یہ کس قدر اعلیٰ اور فراخدلانہ تعلیم ہے کہ دُوسرے مذاہب کے جو بزرگ تھے اُن کے متعلق تو فرمایا کہ انہیں مان لو ۔ اور جو چیزیں سچّی نہ تھیں اُن کے متعلق کہہ دیا کہ انہیں بُرا بھلا نہ کہو ۔ اور یہ بات صرف نظریاتی حد تک ہی نہیں تھی بلکہ عملاً آپ نے ایسی رواداری کا غیر اقوام سے مظاہرہ بھی فرمایا ۔ ایک مرتبہ ایک یہودی کا جنازہ لے جایا جا رہا تھا ۔ آپ اُس نعش کو دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں ۔ اور صدمہ کے آثار آپ کے رُوئے مبارک پر عیاں ہو جاتے ہیں ۔ صحابہ کرام رضؓ میں سے ایک نے تعجب سے کہا ، حضور ! یہ تو یہودی کی نعش ہے ۔ آپ نے فرمایا ہاں ۔ لیکن اس کی بھی جان تھی ۔ اور جان نکلنے میں اشد تکلیف ہوتی ہے ۔

ایک دفعہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہُوا ۔ آپ نے اُس وفد کو بطور اپنے مہمان کے مسجد نبوی ؐ میں ٹھیرایا ۔ جب بات چیت کے دَوران اُن کی عبادت کا وقت آیا تو چاروں طرف وہ لوگ تجسّس کی نگاہیں دوڑانے لگے کہ اپنے لئے گرجا کرنے کی کوئی موزون جگہ ڈھونڈیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر نہایت خندہ پیشانی سے مسجد ہی میں اُن کو عبادت کرنے کی اجازت دے دی ۔ کس قدر بے مثال اور عظیم الشان ہے آپ کی یہ رواداری ۔ اخلاقِ محمدی ؐ کا یہ نمونہ دیکھئے ۔ اور دوسری طرف نام نہاد مسلمانوں کا طرزِ عمل دیکھئے کہ پاکستان میں کجا یہ کہ عام مُسلمان ، احمدیوں کو اپنی مسجدوں میں اسلامی طریق کے مطابق نمازیں پڑھنے دیں اُلٹا اب حکومت پر یہ زور دے رہے ہیں کہ احمدیوں کو اُن کی اپنی مسجدوں میں بھی نماز نہ پڑھنے دی جائے ۔ اور اُن کی تمام مساجد کا نام و نشان تک مٹا دیا جائے ۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ نبوی ؐ میں عیسائیوں کو بھی اپنے طریق کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت دی کہ یہ خانۂ خدا بنایا ہی عبادت کے لئے گیا ہے ۔ جو شخص بھی توحید پرست ہوگا وہ اس میں عبادت بجالا سکتا ہے ۔

اسی اصل کے مطابق جماعتِ احمدیہ کے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جب ڈنمارک میں کوپن ہیگن کی مسجد کا افتتاح ۱۹۶۷ء میں فرمایا اور سالِ گذشتہ ۲۰ر اگست ۱۹۷۶ء کو جب گوٹن برگ میں سویڈن کی سب سے پہلی مسجد کا افتتاح فرمایا تو آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ ” یہ مسجد خدا کا گھر ہے اور وہی اس کا مالک ہے ۔ ہم تو اس کے کسٹوڈین ہیں ۔ اس کے دروازے ہر اُس شخص کیلئے کھلے ہیں جو خدائے واحد کی عبادت کرنا چاہے ۔ اسی لئے تمام موحدین ہماری تعمیر کردہ دوسری مساجد کی طرح اِس مسجد میں اگر چاہیں تو اپنے طریق کے مطابق خدائے واحد کی عبادت کر سکتے ہیں ۔ اُن کے لئے اس کے دروازے ہر وقت کھلے ہیں ۔ “

(خلاصہ مفہوم از بدر ۲۵ر نومبر ۱۹۷۶ء)

پس یہی وہ اسلامی رواداری اور فراخ دلی کی تعلیم ہے کہ جس سے متاثر ہو کر ہندوستان کے عظیم لیڈر گاندھی جی نے ہندو بھائیوں کو یہ نصیحت کی کہ :-

” اسلام سچّا مذہب ہے ۔ ہندوؤں کو چاہیئے کہ وہ نیک نیتی سے اس کا مطالعہ کریں وہ بھی اسلام سے ایسی ہی محبت کریں گے جس طرح کہ مَیں کرتا ہوں اگر ہندو اپنی حالت درست کر لیں تو مجھے یقین ہے کہ اسلام ایسے مناظر پیش کرے گا جو اس کی قدیم فراخ دِلی کی روایات کے شایانِ شان ہوں گے ۔ “

(سیاست ۹ر جون ۱۹۲۴ء)

دُشمنوں سے سُلوک

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعٰلمین قرار دیا ہے آپ نہ صرف اپنوں کے لئے بلکہ دُنیا کی تمام اقوام کے لئے حتیٰ کہ اپنے دشمنوں تک کے لئے رحمت تھے ۔ اپنے جانی دُشمنوں کی خیر خواہی میں آپ ؐ دن رات مشغول رہتے ۔ بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ” آپ نے کبھی بھی کسی سے ذاتی معاملہ میں انتقام نہیں لیا ۔ بجز اس کے کہ کسی نے احکامِ الٰہی اور فرمانِ خداوندی کی ہتک کی ہو ۔ “ (بخاری باب الادب)

جنگِ اُحد کے موقعہ پر میدانِ جنگ میں آپ ؐ کا سر زخمی ہوگیا ۔ چہرہ میں خود دھنس گئی ۔ سامنے کے چار دانت شہید ہو گئے ۔ اس تمام اذیت و تکلیف کے باوجود آپ کی زبانِ مبارک پر اپنے اُن دشمنوں کے لئے یہ دُعا جاری ہوتی ہے کہ ” اللّٰھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون “ اے میرے رب ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ یہ نادانی سے مخالفت کر رہے ہیں ۔

۹ ہجری کی بات ہے کہ آپ کی خدمت میں طائف شہر کا ایک وفد آیا ۔ وہی طائف جس میں آپ پر اس قدر سنگباری اور پتھراؤ کیا گیا کہ آپ کے پاؤں مبارک زخمی اور لہو لہان ہو گئے ۔ وہی طائف کا شہر جس کے لوگوں نے غزوۂ طائف کے موقعہ پر اپنی پوری سنگدلی کا مظاہرہ کیا اور آپ پر زہر آلود تیروں کی بارش برسائی ـــ جب انہی لوگوں کا ایک وفد مدینہ پہنچتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس اُن کی خاطر و مدارات اور مہمان نوازی کے فرائض بجالاتے

ہیں اور ہر ایک قسم کا آرام و سہولت انہیں بہم پہنچاتے ہیں اور انہیں خدائے قدوس کے مطہر و مقدس گھر یعنی مسجدِ نبویؐ میں عزت و احترام کے ساتھ ٹھیرانے کا انتظام کرتے ہیں۔ (ابوداؤد ذکر طائف)

حضرات! جانی دشمنوں سے حُسنِ سلوک اور اُن سے عفو کا ایک اور شاندار اور بے مثال نظارہ تاریخِ اسلام میں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ جب ہجرت کے آٹھ سال بعد آنحضرت صلعم ظفر و کامرانی کے پرچم لہراتے ہوئے نہایت فاتحانہ شان سے مکہ کی سرزمین میں داخل ہوئے تو آپ کے سامنے وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی۔ کانٹوں کی سیج پر آپ کو چلایا تھا۔ غلاظت و گندگی کے پلندوں کو آپ پر پھینکا تھا۔ بُرے بُرے ناموں سے آپ کو یاد کیا تھا۔ آپ کو اور آپ کے مقدس مشن کو تباہ و برباد کرنے کے لئے مختلف سازشیں کیں۔ آپ کے حلقہ بگوشوں کو خنجروں و نیزوں سے چھیدا تھا۔ تپتی ہوئی ریت پر اُن قدسیوں کو گھسیٹا تھا۔ دہکتے ہوئے کوئلوں پر اُنہیں لٹایا تھا لیکن آج اُن کی زبانیں گنگ تھیں۔ کسی کی مجال نہیں تھی کہ وہ آپ سے نظر ملا سکے اور کسی قسم کی چون و چرا کر سکے آپ کو کامل اقتدار حاصل تھا۔ آپ اُن تمام دشمنوں کو بیک جنبشِ لسان معاف کرتے ہوئے اعلان فرماتے ہیں "لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء"۔ جاؤ تم آزاد ہو۔ تم پر کسی قسم کی کوئی سختی اور سرزنش نہیں کی جائے گی۔ وہی ابوسفیان جو بڑھ بڑھ کر مدینہ پر حملہ آور ہوتا رہا۔ آج شرم سے پانی پانی ہے۔ لیکن آپ اُس سے بھی محبت سے پیش آتے ہیں اور اعلان فرما دیتے ہیں کہ آج جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ بھی امن میں ہوگا۔ ابوجہل جیسے اشد ترین معاندِ اسلام کے بیٹے عکرمہؓ کو جب اُن کی بیوی آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیش کرتی ہے تو آپ فرماتے ہیں مرحباً یا راکب المہاجر (مشکوٰۃ کتاب الادب) اے ہجرت کرنے والے تمہارا آنا مبارک ہو۔ اُسے بھی آپ معاف فرما دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے خطرناک دشمنوں سے یہ حُسنِ سلوک اور بے نظیر عفو و درگذر ایسا ہے کہ یہ صرف اور صرف آپ ہی کے اُسوۂ حسنہ میں نظر آتا ہے ؎

یا ظُلم کا عفو سے انتقام

علیک الصلوٰۃ علیک السلام

عدل و انصاف

حضرات! حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اپنی شجاعت و فتوحات کے نہ تو کسی پر ظلم کیا اور نہ کسی کا حق مارا۔ بلکہ آپ نے ہمیشہ عدل و انصاف کو قائم فرمایا۔ حتیٰ کہ آپ نے اپنی ذات کو بھی قانون و قواعد سے کبھی مستثنیٰ نہیں سمجھا۔ ایک دفعہ آپ کے ہاتھ سے ایک صحابی کو معمولی سی چوٹ لگی آپ فوراً قصاص دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور فرمایا کہ "مجھ سے قصاص لے لو"۔

جنگِ بدر کے بعد جب کفارِ مکہ کے ستر قیدی مسلمانوں کے قبضہ میں آئے تو حضرت عباسؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور ابھی تک اسلام نہ لائے تھے قیدیوں میں پکڑے ہوئے آئے۔ رات کا وقت تھا اور تمام قیدیوں کو رسّیوں سے جکڑ دیا گیا تھا۔ حضرت عباسؓ جو ایک امیر خاندان کے فرد اور ناز و نعمت میں پلے ہوئے تھے رسّیوں کے بندھنوں کی تکلیف برداشت نہ کر سکتے تھے اور تکلیف کی وجہ سے بار بار کراہتے تھے۔ اُن کے کراہنے کی آواز سُن کر آنحضرت صلعم بیقرار ہو کر کروٹیں بدل رہے تھے۔ حضورؐ کی اس بے چینی اور اضطراب کو دیکھ کر صحابہؓ سمجھ گئے کہ آپ کو حضرت عباسؓ کے کراہنے کی وجہ سے تکلیف ہو رہی ہے۔ انہوں نے فوراً حضرت عباس کے بندھن ڈھیلے کر دیئے جس سے اُن کے کراہنے کی آواز بند ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا وجہ ہے عباس کے کراہنے کی آواز بند ہو گئی۔ صحابہ نے عرض کیا حضورؐ! ہم سے آپ کی بے چینی دیکھی نہ گئی۔ اور اُن کی رسّیاں ڈھیلی کریں۔ اس پر فخرِ کائنات نے فرمایا کہ میرے چچا ہونے کی وجہ سے عباس سے کوئی امتیازی سلوک نہ ہوگا۔ یا تو سب قیدیوں کی رسّیاں ڈھیلی کر دو یا پھر عباسؓ کے بندھن بھی کس دو۔ آپ کا یہ عدل و انصاف دیکھ کر صحابہ کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔ اور انہوں نے سبھی قیدیوں کی رسّیاں ڈھیلی کر دیں۔

ایک دفعہ قبیلہ مخزوم کی ایک عورت چوری کے الزام میں گرفتار ہوتی ہے۔ اور چونکہ وہ معزز خاندان کی عورت تھی اور اسلام میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ اس لئے لوگوں نے چاہا کہ آنحضرت صلعم کے پاس سفارش کر کے اس کو معاف کرا دیا جائے۔ لیکن دربارِ نبویؐ میں جانے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ آخر لوگوں نے اُسامہ بن زید کو سفارش کرنے کے لئے بھیجا جن سے حضورؐ بہت محبت رکھتے تھے۔ باوجود اس محبت اور قلبی لگاؤ کے جب اس قسم کی سفارش اُن کے مُنہ سے آپ نے سُنی تو فرمایا کہ "اتشفع فی حدٍ من حدود اللہ تعالیٰ"۔ "کیا تم حدودِ خداوندی میں سفارش کرنے آئے ہو۔ پھر آپ نے لوگوں کو جمع کر کے خطاب فرمایا: "تم سے پہلے کی اقوام اسی لئے برباد ہو گئیں کہ جب معزز آدمی کوئی جُرم کرتا تو اُس سے تسامح کرتے اور چھوڑ دیتے۔ اور اگر کوئی معمولی آدمی مجرم ہوتے تو سزا پاتے"۔ اور پھر بڑے جوش سے آپ نے فرمایا "والذی نفسی بیدہٖ لو فاطمۃ فعلت ذٰلک لقطعتُ یدھا"۔ "خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی ایسا کام کرتی تو مَیں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا۔ (بخاری کتاب الحدود)

مساوات

سامعین کرام! اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے سب سے پہلے انسانی مساوات کو دُنیا میں قائم فرمایا۔ اور آج یورپ اور دیگر تمام متمدن ممالک نے جمہوریت اور اس کے اصولِ ثلاثہ یعنی EQUALITY, FRATERNITY & BROTHERHOOD کو جو رواج دینے کی کوشش کی ہے اور آج جو ادارہ اقوامِ متحدہ کو یہ قانون بنانے پر مجبور ہونا پڑا ہے کہ سب انسانوں میں مساوات تسلیم کی جاتی ہے تو یہ سب آج سے چودہ سو سال پہلے ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کی سرزمین میں قائم فرما دیا تھا۔ آپ نے تمام قومی اور نسلی امتیازات کو مٹا کر انسانی مساوات کو قائم فرمایا ہے۔ اور ببانگِ دہل یہ اعلان فرمایا کہ "وجعلنٰکم شعوباً و قبائل لتعارفوا انّ اکرمکم عند اللہ اتقٰکم"۔ (حجرات: ۱۴) یعنی انسانوں کے جو مختلف قبائل اور خاندان نظر آتے ہیں، یہ تو محض آپس میں شناخت کے لئے ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت اور تعظیم کے لائق وہی لوگ ہیں جو سب سے زیادہ نیک ہوں۔

اور انسانیت کے حقیقی علمبردار انسانِ کامل حضرت رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کے جس عظیم چارٹر کو دُنیا کے سامنے پیش کر کے اس کو اسلامی معاشرہ میں نہ صرف رائج فرمایا بلکہ معاشرہ کا ایک لازمی جزو بنا دیا وہ یہ ہے کہ "یٰاَیّھا النّاس اَلَا انّ ربّکم واحدٌ و انّ اباکم واحدٌ۔ اَلَا لافضل لعربیٍّ علیٰ عجمیٍّ ولا لعجمیٍّ علیٰ عربیٍّ و لا لاَحمر علیٰ اَسود ولا لِاَسود علیٰ اَحمرَ اِلّا بالتّقویٰ"۔ یعنی اے لوگو! کان کھول کر سُن لو کہ تمہارا رب ایک ہے۔ اور تمہارا باپ بھی ایک تھا۔ اور پھر کان کھول کر سُن لو کہ عربوں کو عجمیوں پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمیوں کو عربوں پر کوئی فضیلت ہے۔ اور نہ گوروں کو کالوں پر کوئی فضیلت ہے اور نہ کالوں کو گوروں پر کوئی فضیلت ہے۔ سوائے ایسی ذاتی خوبیوں کے جس کے ذریعہ کوئی شخص دوسروں سے آگے نکل جائے"۔

اس طرح آپؐ نے سب اقوامِ عالم کو بلا استثناء ایک لیول پر کھڑا کر دیا۔ اور یہ تمام بنی نوعِ انسان پر آپ کا ایک عظیم الشان احسان ہے۔ کہ تمدنی اور قومی ہر لحاظ سے آپ نے سب انسانوں میں حقیقی مساوات قائم فرما دی۔ اور قیامِ امن کے لئے اس اصول کو اپنائے بغیر چارہ نہیں۔

سادہ زندگی

معزز بھائیو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی کی یہ شان بھی نرالی ہے کہ آپؐ نے مدینہ آکر بھی باوجود بادشاہِ دوجہاں ہونے کے ظاہری نمائش و نمود سے بہت اجتناب کیا۔ اور وہی مکہ والی سادگی برقرار رکھی۔ آپؐ بے تکلف اور سادہ زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ دو دو ماہ گذر جاتے مگر آنحضرت صلعم کے گھر میں آگ تک نہ جلتی۔ صرف پانی اور کھجور پر گذارہ ہوتا۔ ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ کا گذر مسلمانوں کی ایک جماعت کے پاس سے ہوا۔ اُن کے سامنے ایک بھُنی ہوئی بکری پڑی تھی۔ انہوں نے آپؓ کو بلایا تو حضرت ابوہریرہؓ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ اور آپ نے کھانے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دُنیا سے گذر گئے۔ اور آپ نے پیٹ بھر کر روٹی نہیں کھائی۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم کے گھر والوں نے اُس وقت سے کہ آپؐ مدینہ تشریف لائے اُس وقت تک کہ آپؐ فوت ہو گئے تین دن متواتر گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

لباس کا یہ حال کہ پیوند لگے ہوئے کپڑے زیبِ تن فرماتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ کی وفات کے بعد ایک پیوند والی چادر اور ایک گاڑھے کا تہ بند دکھایا کہ رسول اللہ صلعم نے ان دو کپڑوں میں جان دی۔ بستر آپؐ کا کیا ہے کھجور کا بوریا ہے یا ایسا چمڑے کا گدیلا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوتے تھے۔

آپؐ کسی بھی کام کرنے کو عار نہ سمجھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ کان رسول اللہ یخصف نعلہٗ و یخیط ثوبہٗ ویعمل فی بیتہٖ۔ آنحضرت صلعم اپنے جوتوں کی خود مرمّت کر لیتے۔ اپنے کپڑے سی لیتے۔ اور گھر میں کام کاج کر لیا کرتے۔ آپ سے گلی کوچہ ہر جگہ لوگ مل کر اپنی ضرورت پیش کر سکتے تھے۔ پراگندہ بالوں والا اور غبار آلود برہنہ پاؤں والا آدمی آپ کی مجلس میں آپؐ کے قریب بیٹھ کر بے تکلف آپؐ سے گفتگو کر سکتا تھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ گھر سے باہر تشریف لائے تو صحابہ تعظیم کے لئے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے فرمایا "لاتقوموا کما تقوم الاعاجمُ لعظیم"۔ (ابوداؤد مجتبائی ص ۳۶۳) کہ اہلِ عجم کی طرح تعظیم کے لئے نہ اُٹھو۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص آپؐ سے شرفِ باریابی پا کر آپؐ کے رُعب کی وجہ سے تھر تھر کانپنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا: "گھبراؤ نہیں مَیں تو قریش کی ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو غربت کی وجہ سے سُوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی"۔ (شمائل ترمذی)

کس قدر سادگی ہے اور کس قدر بے تکلفی اور انکساری ہے کہ باوجود بادشاہی کے فقیری کو ہی اختیار فرمایا اور آخر دم تک آپؐ نے اپنے اس قول کو پُورا کر دکھایا کہ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ فقر و فاقہ ہی میرے لئے موجبِ افتخار ہے۔

اسی سادگی کی بنا پر آپؐ صحابہؓ کے ہر کام میں عملاً مددگار ہوتے۔ جب مدینہ میں مسجد نبویؐ کی تعمیر ہونے لگی تو باوجود اس کے کہ جاں نثار صحابہ موجود تھے، ہاں ایسے فدائی جو آپؐ کے پسینہ کی جگہ خون بہانے کو تیار تھے۔ مگر آپ نے اُن کے ساتھ مل کر مزدوروں کی طرح کام کیا اور مسجد کے لئے اینٹیں ڈھو ڈھو کر لاتے رہے۔ اسی طرح جنگِ احزاب کے موقع پر فاقہ کشی کے عالم میں اپنے صحابہ کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف رہے۔ اور جہاں کہیں سخت کُھدائی کا مرحلہ پیش آیا آپ نے خود اپنے زورِ بازو سے بڑی چٹان تک کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

صحابہؓ کی فدائیت

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا کمال ہی تو ہے کہ آپؐ کے صحابہؓ آپؐ پر پروانوں کی طرح نثار ہونے کے لئے تیار رہتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے دن عُروہ مکہ والوں کی طرف سے سفیر ہو کر آئے تھے جب واپس گئے تو انہوں نے اہل مکہ سے کہا کہ میں نے قیصر و کسریٰ جیسے عظیم الشان بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں۔ مگر محمدؐ کا اور ہی رنگ ہے۔ اس کے صحابہ اُس کے وضو کے پانی پر گرتے ہیں اور لعاب دہن تک زمین پر گرنے نہیں دیتے۔ پس صحابہ کو آپؐ سے جو عشق تھا اس کی نظیر دُنیوی رشتوں میں بھی نہیں پائی جاتی۔ وہ تعلق محبت و فدائیت دنیا کے ہر تعلق سے برتر تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا مضبوط دل والا انسان آپؐ کے انتقال کی خبر سُن کر دیوانوں جیسا ہو گیا۔ جنگ اُحد کے موقعہ پر جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ آنحضرت صلعم شہید ہو گئے ہیں تو ایک انصاری خاتون نے بڑے اضطراب سے میدان جنگ سے آنے والے ایک صحابی سے آنحضرت صلعم کی خیریت دریافت کی۔ انہوں نے اُس خاتون کے باپ بھائی اور خاوند کے مارے جانے کی اطلاع یکے بعد دیگرے دی۔ مگر اُس خاتون نے نہایت بے تابی سے پوچھا کہ مجھے صرف یہ بتاؤ کہ آنحضرت صلعم کا کیا حال ہے تو انہوں نے بتلایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بفضل خدا بخیریت ہیں تو اُس خاتون کو اطمینان ہوا۔ اور باوجود اس کے کہ اُس نے اپنے تمام خاندان کی تباہی کی خبر سُن لی تھی، بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا "کُلُّ مُصِیبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ"۔ یعنی اگر آپؐ زندہ ہیں تو پھر سب مصائب ہیچ ہیں ـــــ اسی جنگ میں ایک صحابی حضرت سعد بن ربیع سخت زخمی ہو گئے تھے۔ آنحضرت صلعم نے جنگ کے بعد اُن کو تلاش کروایا۔ تو اُس وقت اُن پر حالت نزع طاری تھی۔ اُن سے پوچھا گیا کہ کوئی پیغام ہو تو دے دو۔ ایسی حالت میں نہ تو ان کو بیوی کی بیوگی کا خیال آتا ہے اور نہ اپنے بچوں کی یتیمی کا۔ اگر کچھ پیغام منہ سے نکلتا ہے تو صرف یہی کہ "میرے بھائی! مسلمانوں کو میرا سلام پہنچا دو۔ اور میری قوم سے کہنا کہ اگر تمہاری زندگی میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچ گئی تو یاد رکھنا کہ خدا تعالیٰ کے حضور تمہارا کوئی جواب مسموع نہ ہوگا۔" یہ الفاظ کہے اور جاں بحق ہوئے۔ جنگ بدر کے موقعہ پر جب آپؐ نے مدینہ سے باہر جا کر لڑنے کے بارے میں صحابہ سے مشورہ کیا تو صحابہؓ نے اپنی فدائیت اور جاں نثاری کا یقین دلایا اور اس وقت ایک صحابی حضرت مقداد بن اسودؓ نے نہایت پُرجوش تقریر کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ! ہم موسیٰؑ کے اصحاب کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ۔ کہ جا تُو اور تیرا رب لڑتے پھرو ہم تو یہاں ہی بیٹھے ہیں۔ بلکہ آپؐ جہاں چاہیں ہمیں لے جائیں۔ ہم آپ کے دائیں لڑیں گے اور بائیں لڑیں گے۔ آگے لڑیں گے اور پیچھے لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہ پہنچ سکے گا جب تک کہ ہماری لاشوں پر سے نہ گزر لے۔

اس قسم کی فدائیت کے سینکڑوں واقعات ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے شدید بے سروسامانی اور مخالفت کے باوجود اپنے اشد ترین مخالفوں کے دلوں کو فتح کیا۔ اُنکی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ اُن کے مذہب کو بدل ڈالا۔ اُن کے تمدن کو تبدیل کر دیا۔ اُن کے عادات و طریق بود و باش کو اُلٹ کر رکھ دیا اور انہیں اپنے رنگ میں ایسا رنگین کر دیا۔ کہ محبت الٰہی اور عشق رسول کے سوا اُن کا اور کوئی مقصد نہ رہ گیا۔ یہی وجہ ہے کہ عرب جیسے ملک میں، جہاں شراب جزو زندگی تھی اور کثرت سے پی جاتی تھی اور اس کا ترک کرنا ایک امر محال معلوم ہوتا تھا۔ جب آپؐ کی طرف سے ایک ہی آواز بلند ہوئی کہ شراب حرام کر دی گئی ہے تو مسلمانوں نے شراب کے مٹکے فوراً توڑ دیئے اور اس قدر مٹکے توڑے گئے کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب ہی شراب بہتی نظر آتی تھی۔ اور دن رات شراب میں بدمست رہنے والوں نے شراب کو ایسا چھوڑ دیا کہ گویا کبھی پینے کی عادت ہی نہ تھی ـــــ!

موجودہ دور میں حکومتیں اپنے قانون اور بے پناہ طاقت کی مشین کو شراب نوشی کے انسداد کے لئے حرکت دیتی ہیں، مگر کامیاب نہیں ہوتیں جس قدر نشہ بندی کا قانون سخت کیا جاتا ہے اسی قدر گھر گھر شراب کشید ہونے لگتی ہے اور ناجائز طور پر ملک میں داخل کی جاتی ہے۔ آج کل ہمارے ملک میں بھی نشہ بندی لاگو کرنے کے لئے مختلف قانون بنائے جا رہے ہیں اور ہماری دلی تمنا ہے کہ شراب نوشی کی لعنت جلد سے جلد ہندوستان سے دُور ہو جائے تا کہ ہمارا ملک قوت اور طاقت، جرأت و شجاعت اور تقویٰ و طہارت میں ترقی کر کے دُنیا کے تمام ملکوں سے آگے نکل جائے۔ پس حقیقت یہی ہے کہ جو کام محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی نے زبان کی ایک ہی جنبش سے کر دکھایا، دنیا کی حکومتوں کے لئے آج تک ناممکن نظر آتا ہے اور آپؐ کے صحابہؓ نے جس فدائیت کا نمونہ پیش کیا ہے وہ بھی بے نظیر ہے۔

اپنی اُمت سے محبت

ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے آپؐ کیلئے فدائیت کا اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے تو دوسری طرف خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مقدس میں اپنے صحابہ اور اپنی اُمت کیلئے جو بے پناہ محبت پائی جاتی تھی وہ بھی بے نظیر ہے۔ اس کا اظہار خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زبان اقدس سے سُنیئے فرماتے ہیں:-

"لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَاِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي لِاُمَّتِي اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" (بخاری و مسلم)

کہ ہر نبی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک ایک دُعا ضرور منظور کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے۔ باقی سب انبیاء اپنے اپنے حصّہ کی وہ دُعا دنیا میں مانگ چکے ہیں مگر میں نے اپنی وہ دُعا اپنی اُمت کی شفاعت کے لئے چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ کس قدر شفقت ہے آپؐ کی اپنی اُمت پر کہ آپؐ نے اپنا وہ حق جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک دُعا کے قبول کئے جانے کا دیا گیا تھا وہ نہ اپنی ذات کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ نہ اپنے اہل و عیال اور اقرباء کے لئے بلکہ آپؐ کے دل میں یہ تڑپ ہے کہ میں اپنی اُمت کی شفاعت کے لئے قیامت کے روز اپنا یہ حق استعمال کروں گا۔

آپؐ کی قوت قدسیہ کا فیضان

آنحضرت صلعم کی تاثیرات قدسیہ کا یہ اثر چودہ سو سال پیچھے ہی نہیں رہ گیا بلکہ ہر دور میں آپؐ کی قوت قدسیہ نے اپنی زندگی کا ثبوت دیا ہے۔ اور آئندہ قیامت تک کے لئے صرف آپ کو ہی یہ فخر حاصل ہے کہ آپ زندہ نبی ہیں کہ آپ کے فیض سے آپؐ کی اُمت میں ہزاروں لاکھوں لوگ ایسے گذرے ہیں اور موجود ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے طفیل کلام الٰہی کا دروازہ کُھلا ہے اور قرب الٰہی نصیب ہوا ہے۔ ہم خود گواہ ہیں کہ اس زندہ نبیؐ کے فیض سے یہ زمانہ بھی محروم نہیں رہا اور حضرت مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نُور بڑی شان اور تجلّی سے دُنیا پر ظاہر ہوا۔ ہاں وہی مسیح موعودؑ جن کو خدا تعالیٰ نے موجودہ سائنٹیفک دَور کی اصلاح کے لئے مامور فرمایا۔ جو اسلام کے ایک فتح نصیب جرنیل تھے۔ جنہیں موجودہ زمانہ میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل ہوا۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے کثرت کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ فرمایا۔ آپؑ خود اس فیضان محمدیؐ کا اقرار ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ:-

"ـــــ ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ راہ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتداء اس امام الرسل کے حاصل ہو سکیں۔ کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قُرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔"

(ازالہ اوہام حصّہ اوّل صفحہ ۱۴۰)

اسی طرح آپؑ اپنی کتاب "تجلیات الٰہیہ" کے صفحہ ۲۴ پر تحریر فرماتے ہیں:-

"اُس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا۔ مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دُنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔"

پس حقیقت یہی ہے کہ "کُلُّ بَرَکَۃٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَکَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ"۔ ہر ایک برکت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے پس بڑا ہی مبارک ہے وہ جس نے تعلیم دی اور جس نے تعلیم پائی۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ) اور اس لحاظ سے آنحضرت صلعم کو ایک اور ایسی خصوصیت حاصل ہے جو نوع انسان میں سے کسی کو حاصل نہیں کہ آپؐ پر کروڑوں انسان چودہ صدیوں سے ہر روز ہر وقت اور ہر گھڑی زمین کے ہر ملک اور ہر حصّہ میں درود بھیجتے ہیں۔ اور آپؐ کے لئے خاص رحمتوں اور خاص برکتوں کی دُعا کرتے ہیں۔ آیئے ہم سب مل کر اس شاہ لولاک پر درود شریف کے پھول نچھاور کریں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

ـــــ ۰ ـــــ

حضرت مُصلحِ موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک عظیم کارنامہ

مغربی دُنیا میں شاندار طریق پر اشاعتِ اسلام

از مکرم مولوی حمید الدین صاحب شمس مبلغ حیدرآباد (دکن)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہایت ذی شان، فاتحانہ اور اولو العزمانہ کارنامہ جو درحقیقت کئی ایک کارناموں پر مشتمل ہے اور جس پر روشنی ڈالنا بہت بڑی تفصیل چاہتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ رضؓ نے قلیل عرصہ میں تعجب خیز انقلاب پیدا کر دیا۔ سارے یورپ اور امریکہ۔ تمام ایشیا و افریقہ اور جزائر کو آفتابِ اسلام کی ضیا رپاش شعاعوں سے منور کرنا نیز اپنے سپاہیوں کو قابل جرنیل کی طرح خاص تربیت کے ساتھ پھیلانا جن کے ذریعہ مندرجہ ذیل ممالک میں تبلیغِ اسلام ہوئی اور اب بفضلہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر ہو رہی ہے۔ اشاعتِ اسلام کا یہ شاندار کارنامہ حضرت مصلح موعودؓ کا رہین منت ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ کلام پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں کہ :—

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگاہ زندہ وار

مختصر تفصیل اُن ممالک کی مندرجہ ذیل ہے:۔
انگلستان۔ ہالینڈ۔ جرمن۔ سپین۔ اٹلی یوگوسلادیہ۔ ہنگری۔ پولینڈ۔ آسٹریلیا یونائیٹڈ اسٹیٹس امریکہ۔ ٹرینیڈاڈ۔ برازیل ارجنٹائن۔ کاسٹاریکا۔ مصر۔ مشرقی افریقہ۔ زنجبار۔ سیرالیون۔ جزیرہ ماریشس۔ مراقش۔ الجزائر۔ نلپائن۔ سماٹرا و جاوا سیلون۔ جاپان۔ چین۔ ایران۔ عراق۔ عرب۔ موصل۔ افغانستان۔ بلوچستان وغیرہ۔

مغربی دنیا میں کئی ایسے ممالک ہیں جن میں تیرہ صدیوں کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں پہلی مرتبہ اسلام کی آواز پہنچی۔ وہاں کے باشندوں کے کانوں میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی پُر شوکت آواز سے حیرت و استعجاب کے ساتھ آشنا ہوئے۔ اور ہو رہے ہیں —!

انگلستان جو مسیحی دنیا کا مرکز سمجھا جاتا ہے وہاں اسلام کا جھنڈا اس دورِ خرابی میں لہرانے کے لیے حضرت مصلح موعود رضؓ ۱۹۲۴ء میں بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ جہاں حضورؓ کا وہ مضمون جو اسلام کی پُرشوکت اور جاذب تعلیمات سے پُر تھا، مغربی دُنیا تک پہونچایا گیا۔ تاکہ وہ اسلامی تعلیمات کا دلچسپی سے مطالعہ کریں اور اس سچے اور عالمگیر مذہب کی آغوش میں آجائیں۔ دراصل آپ رضؓ کے اس سفر سے سارے انگلستان کی توجہ حیرت انگیز طور پر اسلام کی طرف پھرنے لگی جو آپ کا عظیم کارنامہ ہے اور جب سارا یورپ اسلام کی آغوش میں آجائے گا تو اہل یورپ کبھی بھی حضرت مصلح موعود رضؓ کو فراموش نہ کر سکیں گے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شہر لندن میں تشریف لے گئے تو اس سے حضرت رسالتمآب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے پورا ہونے کے آثار شروع ہو گئے جس میں یہ بشارت دی گئی تھی کہ

آفتابِ اسلام مغرب سے طلوع کریگا

نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ کشف بڑی شان سے پورا ہوا جس میں آپ نے دیکھا تھا کہ آپ شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑے انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلّل بیان سے اسلام کی صداقت بیان کر رہے ہیں۔ نیز اس سفر سے حضرت مصلح موعود رضؓ کی ایک رویاء بھی بڑی شان سے پوری ہوئی۔ جو آپ نے سفرِ یورپ سے چند سال پہلے دیکھی تھی۔ آپ رضؓ فرماتے ہیں :—

پہلی رُویا "میں نے دیکھا کہ میں لندن میں ہوں۔ اور ایک ایسے جلسہ میں ہوں جس میں پارلیمنٹ کے بڑے بڑے ممبر اور نواب اور وزراء اور دوسرے بڑے بڑے آدمی ہیں۔ ایک دعوتی قسم کا جلسہ ہے۔ اس میں میں بھی شامل ہوں۔ مسٹر لائڈ جارج سابق وزیر اعظم تقریر کر رہے ہیں۔ تقریر کرتے وقت اُن کی حالت بدل گئی اور انہوں نے ہال میں ٹہلنا شروع کر دیا۔ لارڈ کرزن صاحب نے آگے بڑھ کر اُن کے کان میں کچھ کہا۔ قاضی عبداللہ صاحب میرے پاس کھڑے ہیں۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ انہوں نے کیا کہا ہے۔ قاضی صاحب نے مجھے جواب دیا کہ مسٹر لائڈ جارج نے مسٹر کرزن سے کہا ہے کہ میں پاگل نہیں ہوں۔ میں اس وجہ سے ٹہل رہا ہوں کہ مجھے ابھی خبر آئی ہے کہ مرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ کی فوجیں عیسائی لشکر کو دباتی چلی آتی ہیں اور مسیحی لشکر شکست کھا رہا ہے اور وہ ٹہلتے ٹہلتے اس جگہ کے قریب آگیا ہے۔"

دوسری رُویا اسی طرح حضور رضؓ نے ایک اور رُویاء انگلستان جانے سے دو تین ماہ قبل دیکھی۔ آپ رضؓ فرماتے ہیں "میں نے دیکھا کہ میں انگلستان کے ساحلِ سمندر پر کھڑا ہوں۔ جس طرح کہ کوئی شخص تازہ وارد ہوتا ہے اور میرا لباس جنگی ہے۔ میں ایک جرنیل کی حیثیت میں ہوں اور میرے پاس ایک شخص کھڑا ہے اس وقت میں یہ خیال کرتا ہوں کہ کوئی جنگ ہوئی ہے اور اس میں مجھے فتح ہوئی ہے اور میں اس کے بعد میدان کو مدبر جرنیل کی طرح اس نظر سے دیکھتا ہوں کہ اب مجھے اس فتح سے زیادہ سے زیادہ فائدہ کس طرح حاصل کرنا چاہیئے۔ ایک لکڑی کا موٹا شہتیر زمین پر کٹا پڑا ہے۔ ایک پاؤں میں نے اس پر رکھا ہوا ہے اور ایک پاؤں زمین پر ہے جس طرح کوئی شخص کسی دور کی چیز کو دیکھنا چاہے تو ایک پاؤں کسی اونچی چیز پر رکھ کر اونچا ہو کر دیکھتا ہے۔ اسی طرح میری حالت ہے اور چاروں طرف نگاہ ڈالتا ہوں کہ کیا کوئی جگہ ایسی ہے جس طرف مجھے توجہ کرنی چاہیئے کہ اتنے میں ایک آواز آئی جو ایک ایسے شخص کے منہ سے نکل رہی ہے جو مجھے نظر نہیں آتا مگر میں اس کے پاس ہی کھڑا سمجھتا ہوں اور وہ آواز کہتی ہے "وِلیم دی کانکرر"۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔"

ولیم ایک پرانا بادشاہ ہے جس نے انگلستان فتح کیا تھا۔ اور لفظ ولیم کے معنے لغت انگریزی میں پختہ رائے اور ارادے والا گویا ولیم دی کانکرر کا ترجمہ ہوا اولوالعزم فاتح اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی میں بھی یہی الفاظ ہیں "اُولوالعزم"

یہ سفرِ یورپ جو حضرت مصلح موعود رضؓ نے اختیار کیا کوئی معمولی اہمیت کا حامل نہ تھا۔ اس کا عظیم مقصد بیان کرتے ہوئے حضور رضؓ فرماتے ہیں :—

"جس کام کے لئے میں جا رہا ہوں۔ وہ اپنی نوعیت میں بالکل نرالا ہے۔ ایسا نرالا کہ اب تک ہمارے بعض دوست بھی اس کو نہیں سمجھے۔ میں نے سُنا کہ ایک دوست ریل میں ایک غیر احمدی کو سمجھا رہے تھے کہ اُن کے ولائیت جانے کی غرض تبلیغ اسلام ہے۔ حالانکہ گو تبلیغ اسلام ہر ایک کا فرض ہے اور میرا بھی۔ مگر جیسا کہ پہلے بوضاحت لکھا ہے۔ تبلیغ کے لئے باہر جانا خلیفہ کے لئے درست نہیں اس کا اصل کام تبلیغ کی نگرانی ہے۔ اس کا مبلغ کے طور پر باہر جانا سلسلہ کے لئے ایسی خطرناک مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔ جن سے باہر نکلنا مشکل ہو جائے۔ پس یہ سفر تبلیغ کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ تبلیغ کی مشکلات کو معلوم کرنے اور ایسا مقامی علم حاصل کرنے کے لئے ہے جو آئندہ مغربی ممالک میں تبلیغ کرنے کے لئے ممد ہو۔ اور ان خطرناک آفات کو معلوم کرنے اور ان کا علاج دریافت کرنے کے لئے ہے جو مغربی ممالک میں اسلام کے پھیلنے کے ساتھ ہی پیدا ہونیوالی ہیں۔ اور اگر ان کو پہلے سے مدنظر نہ رکھا گیا تو اسلام کا مغرب میں پھیلنا ہی اسلام کی تباہی کا موجب ہوگا —"

(ریویو آف ریلیجنز، ستمبر ۱۹۲۴ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب لندن تشریف لے گئے اور آپ رضؓ کا مضمون ویملی مذہبی نمائش گاہِ عالم میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے پڑھ کر سُنایا تو اُس وقت انگلستان کے اخبارات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ لیکچر پڑھے جانے کے وقت وجد و محویت سے سامعین کی کیسی عجیب کیفیت ہو رہی تھی۔ کئی نامہ نگار اور نمائندے بھی وہاں موجود تھے جو بعض نکات پر اچھل اچھل کر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ لیکچر ختم ہونے پر ہال میں اتنی دیر تک چیئرز اور مبارک بادی کا شور گونج رہا تھا کہ پریذیڈنٹ کو ریمارکس دینے کے لئے کافی توقف کرنا پڑا اور پھر صدر مجلس نے کہا کہ "میں آپ کو اس عظیم الشان کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ بلاشبہ آپ کا لندن میں تشریف لانا مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوا۔"

انگلستان کے مشہور اور کثیر الاشاعت اخبارات نے حضور کے فوٹو دے کر کئی کالم کے کالم لکھے۔ گویا اس رنگ میں بھی اسلام کی تبلیغ ہوتی رہی۔

اخبار مانچسٹر گارڈ نے اس لیکچر کا بایں الفاظ ذکر کیا:-

"اس کانفرنس میں ایک ہل چل ڈالنے والا واقعہ جو اس وقت تک ظاہر ہوا وہ آج سہ پہر کو اسلام کے ایک نئے فرقہ کا ذکر تھا۔ نئے فرقہ کا لفظ ہم نے آسانی کے لئے اختیار کیا ہے۔ ورنہ یہ لوگ اسس کو درست نہیں سمجھتے۔ اس پرچہ (لیکچر) کے بعد جس قدر تحسین وخوشنودی کا چیئرز کے ذریعہ اظہار کیا گیا۔ اس سے پہلے کسی پرچہ پر نہیں کیا گیا۔"

اخبار ڈیلی ایکسپریس نے الفاظ ذیل میں ذکر کیا۔

"ان نہایت ہی شاندار اجتماعوں میں سے جو کہ لندن میں قائم ہوئے ایک وہ شاندار مجمع تھا جو کل امپیریل انسٹی ٹیوٹ میں مذہبی کانفرنس کے افتتاح کے لئے منعقد ہوا حاضرین میں سے ایک نہایت ہی ممتاز صورت ہز ہولی نس خلیفۃ المسیح الحاج مرزا بشیر الدین محمود احمد کی تھی۔" (۲۳ ستمبر ۱۹۲۴ء)

اس کانفرنس میں ایک پروفیسر آف لاء نے کہا کہ جب میں مضمون سُن رہا تھا تو یہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ دن گویا احمدیت کے لئے ایک نئے دور کا آغاز ہے اور یہ بھی بیان کیا کہ میرے پاس معزز آدمی بیٹھے تھے جو کہ مضمون کے بعض حصوں پر خوشی سے اچھل اچھل پڑتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا ہی نادر خیالات ہیں ایسے اعلیٰ خیالات روز روز سُننے میں نہیں آتے۔ اس لیکچر کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کی قیام گاہ پر پروفیسروں وکلاء صحافیوں کا تانتا بندھا رہتا تھا اور بڑی مشکل سے ہر ایک کو ملاقات کا وقت ملتا تھا۔

اسی سفر کے دوران آپ نے مرکز عیسائیت بلکہ یوں کہنا چاہئیے تثلیث کدہ میں خدا تعالےٰ کے گھر (مسجد) کا سنگ بنیاد رکھا اور یہ ایسا کارنامہ ہے۔ انگلستان کے لئے جو تا قیامت زندہ رہنے والا اور اسلام کے آفتاب کو مغرب پر زیادہ سے زیادہ چمکانے والا ہے اور مصلح موعودؓ کے دست مبارک سے جس عبادت گاہ یعنی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا تھا۔ اُس پر سے آج مادیت کے پُرشور فضا میں اُس کے میناروں سے پانچ وقت اللہ اکبر۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ محمد رسول اللہ کی صدا گونجتی ہے۔ اس مسجد کا جب افتتاح ہوا تو وہاں کے اخبارات نے بہت کچھ لکھا مثلاً ڈیلی کرانیکل یوں رقمطراز ہے:-

"مشرق ومغرب کا ایسا عجیب اور دلفریب ملاپ شاذ ونادر کبھی ہوا ہوگا جیسا کہ دیکھنے میں آیا جب کہ لندن کی لمبی تاریخ میں پہلی مرتبہ مسلمانوں کی اذان ساؤتھ فیلڈ کے چمکدار میناروں سے سنائی دی۔"

اسی طرح ساؤتھ فیلڈ نیوز نے لکھا:-

لندن نے کل ایک ایسا نظارہ دیکھا جیسے اس نے اپنی طویل تاریخ میں نہیں دیکھا ساؤتھ فیلڈ واقعہ لندن میں مسلمانوں کی پہلی مسجد رحیم خدا کے نام کے ساتھ کھولی گئی۔ اس مجمع میں بہت سے اکابر شامل تھے۔"

نیز The [illegible] نے لکھا۔

"اس مسجد کی تعمیر کو ایک چیلنج سمجھنا چاہئیے۔ مغرب اب تک مشرق کو مذہبًا اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ مگر افسوس اُس نے اپنی طاقت کو اپنے گھر میں کمزور کر دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مشرق بھی مغرب کی طرف دیکھنے لگا ہے۔ اب مسلمانوں کی اذان کا نعرہ اس سرزمین میں سنایا جانے والا ہے۔"

اور حقیقت تو یہ ہے کہ انہیں تاثرات کو دیکھ کر یورپ کے مشہور مبصر اور فلاسفر جارج برنارڈ شا اعلانیہ پکار اُٹھا کہ

"چند صدیوں کے اندر اندر یورپ عموماً اور انگلستان خصوصًا اسلام قبول کر لیگا۔"

آج سے اسّی سال پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کہی ہوئی بات پوری ہو گئی کہ -

"وہ وقت دُور نہیں کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اُترتی اور ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے۔"

اور یہ پیشگوئی پورا ہونے کا وقت آگیا ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھیگا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا۔ قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہونگی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائینگے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کند ہو گا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں پھیلیگی اُس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہیگا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دیگا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے۔ اور پاک دلوں پر ایک نور اُتارنے سے تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئینگی۔" (تذکرہ صفحہ ۲۸۶)

اور حضرت مصلح موعودؓ نے فرزندان احمدیت کو مخاطب ہو کر فرمایا تھا:-

"اب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے اور تم کو، ہاں تم کو خدا تعالیٰ نے پھر اس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!!! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو زور سے بجاؤ کہ دنیا کے کان پھٹ جائیں ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لرز جائیں۔ اور فرشتے بھی کانپ اُٹھیں۔ تاکہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے شہادت توحید کی وجہ سے خدا تعالےٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اس زمین پر قائم ہو جائے۔ اس غرض کے لئے میں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے۔ اور اس غرض کے لئے میں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں۔ سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔ محمد رسول اللہ کا تخت آج مسیح نے چھینا ہوا ہے تم نے مسیح سے چھین کر پھر وہ تخت محمد رسول اللہ کو دینا ہے اور محمد رسول اللہ نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے۔ اور خدا کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے۔ پس میری سنو اور میری بات کے پیچھے چلو۔ اور میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ تم میری مانو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو۔ اور تم دُنیا میں بھی عزت پاؤ۔ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ۔ آمین۔"

حضرت مصلح موعودؓ نے کس جذبے سے فرمایا تھا کہ:-

محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں
اور انشاء اللہ تعالیٰ -
اک وقت آئیگا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

صد سالہ احمدیہ جوبلی کے عظیم منصوبے کا رُوحانی پروگرام

صد سالہ احمدیہ جوبلی کے عالمگیر منصوبے کی کامیابی کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے احباب جماعت کے سامنے نفلی عبادات اور ذکرِ الٰہی کا ایک خصوصی پروگرام رکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:-

۱- جماعتِ احمدیہ کے قیام پر ایک صدی مکمل ہونے تک ہر ماہ احباب جماعت ایک نفلی روزہ رکھا کریں جس کے لئے ہر قصبہ، شہر، یا محلہ میں مہینہ کے آخری ہفتہ میں کوئی ایک دن مقامی طور پر مقرر کر لیا جائے۔

۲- دو نفل روزانہ ادا کئے جائیں جو نمازِ عشاء کے بعد سے کر نماز فجر سے پہلے تک یا نماز ظہر کے بعد ادا کئے جائیں۔

۳- کم از کم سات بار روزانہ سورہ فاتحہ کی تلاوت کی جائے اور اس پر غور و تدبر کیا جائے۔

۴- تسبیح[1] وتحمید اور درود شریف اور استغفار کا ورد روزانہ ۳۳-۳۳ بار کیا جائے۔

۵- مندرجہ ذیل دعائیں روزانہ کم از کم گیارہ بار پڑھی جائیں:-

(الف) ربنا افرغ علینا صبرًا وّ ثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین

(ب) اللّٰھُمَّ انا نجعلک فی نحورھم ونعوذ بک من شرورھم

[1] تسبیح وتحمید:- سُبْحَانَ اللّٰہِ وبحمدہ سُبْحَانَ اللّٰہِ العظیم۔
درود شریف:- اَللّٰھُمَّ صلّ علیٰ محمّدٍ وّ اٰل محمدٍ۔
استغفار:- استغفر اللہ ربی من کل ذنبٍ وّ اتوب الیہ۔

درخواستِ دُعا

مکرم قریشی محمد یوسف صاحب ٹیچر جونئر کالج گلبرگہ اپنی جملہ پریشانیوں کے ازالہ اور مقاصد میں کامیابی کے لئے تمام احباب جماعت سے عاجزانہ دُعا کی درخواست کرتے ہیں۔

خاکسار۔ بشارت احمد حیدر قادیان

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان خادم ۔ مُصلح موعودؓ

از مکرم سید رشید احمد صاحب بی اے سونگھڑوی

آنکہ مےخبر رُسل قریب تو معلوم شد
دیر آمدۂ ز راہِ دُور آمدۂ

اب انسان کی نجات کے لئے اور اُسکی روحانی ترقیات کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ قانون بن چکا ہے قُل اِنْ کُنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ (آل عمران ع۴) اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ سے کہلواتا ہے کہ تم میں سے جو بھی اللہ تعالیٰ کی محبت اور روحانی ترقیات حاصل کرنا چاہتا ہے اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ میری اتباع کرے۔ لہٰذا کسی بھی شخص کے اعلیٰ مقام کی وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ اُس کی سیرت کے اُس پہلو کو دیکھا جائے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور آپ کے لئے عشق کے جذبات ظاہر ہوتے ہوں۔ چنانچہ جب ہم اس نقطۂ نگاہ سے حضرت مصلح موعودؓ (یعنی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ) کی سیرۃ کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ واقعی خادمِ رسولؐ اور عاشقِ رسولؐ ہو تو ایسا ہی ہو۔

حضرت مصلح موعودؓ (۱۸۸۹ء-۱۹۶۵ء) کی مقدس زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے معمور تھی آنحضرت صلعم سے آپ کو محبت تھی آپؐ کی ذات سے آپ کو والہانہ عشق تھا۔ آپؐ کے اقوال زریں سے آپ کو محبت تھی آپؐ کے افعال آپؐ کی سُنّت مبارکہ سے آپ کو محبت تھی حضرت مصلح موعودؓ کی سیرت کا یہ ایک روشن اور درخشندہ باب ہے اِس سلسلہ میں چند ایک باتیں مختصر اً ہدیۂ قارئین ہیں ۔

ابھی آپ کی عمر ۱۸ سال کی تھی کہ آریوں نے اپنے انتظام سے لاہور میں ایک مذہبی جلسہ منعقد کیا۔ اِس میں دوسرے مذاہب کے لوگوں دعوت دی گئی کہ اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں اور اُس کے ساتھ یہ ضروری شرط تھی کہ ہر مقرر دوسرے مذہب اور پیشوا کے احترام کا پُورا خیال رکھے اور اُنکے خلاف کچھ نہ کہے۔ لیکن اس شرط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آریہ مقرر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر اتہام لگانے شروع کئے۔ مسلمان سامعین سینکڑوں کی تعداد میں تھے اور حضرت مصلح موعودؓ بھی بنفس نفیس اس میں موجود تھے۔ لیکن اطاعت اور نظام کی پابندی کرتے ہوئے اپنی دینی غیرت کا جذبہ عشق رسولؐ کی خاطر وہ اظہار کیا جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق تھا۔

"اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکْفَرُ بِھَا وَ یُسْتَھْزَاُ بِھَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ۔" (النساء ع۲۰)

۱۹۲۷ء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والوں سے خطاب کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں :-

"غرض ہمارے جسم کا ہر ذرہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہونے کا متمنی ہے ہماری جان بھی اسی کے لئے ہے۔ ہمارا مال بھی اسی کے واسطے۔ ہم اس پر راضی ہیں بخدا راضی ہیں۔ پھر کہتا ہوں بخدا راضی ہوں کہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہمارے بچے قتل کر دو۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے ہمارے اہل وعیال کو جان سے مار دو۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں نہ دو۔ ہمارے مال لوٹ لو ہمیں اِس ملک سے نکال دو۔ لیکن ہمارے سردار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک و توہین نہ کرو۔ انہیں گالیاں نہ دو۔ اگر یہ سمجھتے ہو کہ گالیاں دینے سے تم جیت سکتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ گالیاں دینے سے تم رُک نہیں سکتے۔ تو پھر یہ بھی یاد رکھو کہ کم سے کم ہم تمہارا اپنے آخری سانس تک مقابلہ کریں گے۔ اور جب تک ہمارا ایک آدمی بھی زندہ ہے وہ اس جنگ کو ختم نہیں کریگا۔"

(ہندو مسلم فسادات اور اُنکا علاج صفحہ ۵۶)

اُسی زمانے کا واقعہ ہے کہ ایک رسالہ (ورتمان) میں آنحضرت صلعم کے بارے میں نہایت گندہ مضمون شائع ہوا۔ اس مضمون کی وجہ سے آپکی طبیعت سخت مضمحل تھی۔ آپ نے اس ظلم کے خلاف تقریریں کیں اور اپنے خدام کو بھی اسکی مدافعت میں تقریریں کرنے کی ہدایت دی۔ چنانچہ اِس ظلم کی وجہ سے آپ کی طبیعت پر اتنا اثر تھا کہ (اس ظلم کی مدافعت کی غرض سے جانے والے) اپنے خادم (حضرت علامہ ابو العطاء صاحب جالندھریؓ) کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا کہ "وہاں آگ لگا دیں"۔ (الفرقان دسمبر وجنوری ۶۶-۱۹۶۵ء صفحہ ۲۹)

آپؓ آنحضرتؐ کی توہین کو ہرگز برداشت نہیں کرسکتے تھے اور اسی کے سدباب کے لئے "پیشوایان مذاہب" اور "سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے جلسوں کی بنیاد رکھی۔

حضرت مصلح موعودؓ کی طبیعت میں صلح پسندی تھی لیکن آنحضرت صلعم کی عزت کی خاطر غیرت ایمانی کا مظاہرہ فرماتے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

"میں جبکہ تمام لوگوں سے صلح اور محبت کی تعلیم دیتا ہوں۔ ہندو سکھ عیسائی جو کوئی بھی موجود ہیں میں اُن سے صاف صاف کہتا ہوں کہ صلح اور آشتی کے لئے ہم ہر قربانی کے لئے تیار ہیں مگر میں اس کے ساتھ ہی پوری قوت اور زور کے ساتھ اعلان کرتا ہوں۔ جنگل کے درندوں اور سانپوں سے ہم صلح کر سکتے ہیں مگر ہم اُن سے کبھی بھی صلح نہیں کرسکتے جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالیاں دیتے ہیں"۔

(لیکچر شملہ صفحہ ۱۲)

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے مقام ومنصب (مصلح موعود) کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

"میں فقط خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایک نشان ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو دُنیا میں قائم کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے ہتھیار بنایا ہے۔ اس سے زیادہ نہ مجھے کوئی دعوٰی ہے نہ مجھے کسی دعوٰی میں خوشی ہے۔ میری ساری خوشی اسی میں ہے کہ میری خاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کھیتی میں کھاد کے طور پر کام آجائے اور اللہ تعالیٰ مجھ پر راضی ہو جائے اور میرا خاتمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے قیام کی کوشش پر ہو"۔

(تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۵۴ء بحوالہ خالد دسمبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۲۶)

پھر ایک مقام پر آپ نے فرمایا :-

"ایک تپش ہے جو مجھے آٹھوں پہر بے قرار رکھتی ہے۔ میں مسلمانوں کو اُن کی ذلت سے اُٹھا کر عزت کے مقام تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ میں پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانا چاہتا ہوں۔ میں پھر قرآن کریم کی حکومت دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہوں میں نہیں جانتا کہ یہ بات میری زندگی میں ہوگی یا میرے بعد لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ میں اسلام کی بلند ترین عمارت میں اپنے ہاتھ سے ایک اینٹ لگانا چاہتا ہوں یا اُتنی اینٹیں لگانا چاہتا ہوں جتنی اینٹیں لگانے کی خدا مجھے توفیق دیدے"۔

(تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۵۴ء بحوالہ خالد دسمبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۲۶)

آپؓ جب بیمار ہوئے اور ضعف بڑھتا گیا تو احباب جماعت کے نام نہایت ضروری پیغام وصیت کے رنگ میں دیا جس میں دیگر ضروری امور کے علاوہ انعامات الٰہیہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے دعا بھی فرمائی ہے چنانچہ فرماتے ہیں :-

"ہم ذلیل تھے اس نے ہمیں دین کا بادشاہ بنا دیا ہم کمزور تھے اس نے طاقتور کر دیا۔ اور اسلام کی آئندہ ترقیوں کو ہم سے وابستہ کر دیا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کے طفیل اس قابل بنایا کہ ہم خدا تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پھیلائیں۔ یہ وہ مشکل کام تھا جس کو بڑے بڑے بادشاہ نہ کر سکے لیکن خدا تعالیٰ نے ہم غریبوں اور بے کسوں کے ذریعہ یہ کام کروا دیا اور اِس بات کو سچا کر دکھایا سبحٰن الذی اخزی الاعادی۔"

(الفضل ۲۰ر مئی ۱۹۵۹ء)

نیز فرمایا :-

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی پیدا نہیں ہوا نہ آگے پیدا ہوگا۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے اِس دنیا میں اور اگلے جہان میں بھی سردار مقرر کیا ہے۔ خدا کرے آپ کی یہ سرداری تا ابد قائم رہے اور ہم قیامت کے دن درود پڑھتے ہوئے آپ کے نشان والا جھنڈا لے کر آپ کے سامنے حاضر ہوں۔ اور اپنے خدا سے بھی کہیں کہ اے خدا! تو نے جس انسان کی عزت کو اپنی عزت قرار دیا تھا ہم اسی کی عزت قائم کر کے آئے ہیں ہم پر بھی رحم کر اور اپنے فضلوں کا وارث بنا آمین ثم آمین"۔

(الفضل ۱۷ر مئی ۱۹۵۹ء)

درخواست دُعا

خاکسار کی چھوٹی ہمشیرہ صاحبہ چند دنوں سے سخت بیمار چلی آرہی ہیں صحت کاملہ وعاجلہ کے لئے قارئین بدر سے دعا کی درخواست ہے۔ نیز چھوٹی بھاوج صاحبہ کے ایام ولادت قریب ہیں۔ اولاد نرینہ سے نوازے جانے کے لئے عاجزانہ دُعا کی درخواست ہے اور خاکسار کے دو بہنوں کی شادیاں بھی عنقریب ہونے والی ہیں۔ ان دونوں شادیوں کے بابرکت ہونے کیلئے بھی احباب جماعت سے دُعا کی درخواست ہے۔ خاکسار کے شفیق تیاپوری معلم وقف

حج بیت اللہ و زیارت مقامات مقدسہ کی سرگزشت

از قلم مکرم و محترم الحاج مولوی محمد عبد اللہ صاحب بی۔ ایس سی حیدر آباد

الحاج موصوف کے مرتب کردہ کوائف حج و زیارت کافی تفصیل سے موصول ہوئے لیکن اخبار کی محدود گنجائش کے مطابق ان میں مجبوراً حذف و اختصار سے کام لینا پڑا تاہم پیش کردہ حصہ نہایت درجہ معلومات افزا اور روح پرور ہے۔ (ایڈیٹر بدر)

یہ خداوند تعالیٰ کا بے پایاں جود و کرم اور ان گنت فضل و احسان ہے کہ اس نے اس عاجز کو اپنی اہلیہ کے ساتھ فریضہ حج ادا کرنے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہونے کے اسباب مہیا کئے اور اس کی توفیق بخشی جس کے لئے جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے حضرت مسیح موعودؑ کے یہ اشعار ورد زبان رہتے ہیں۔

کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر [illegible] و سپاس
وہ زباں لاؤں کہاں [illegible] جس [illegible] بار بار
اگر ہر بال ہو جائے [illegible]
تو پھر بھی شکر ہے امکاں [illegible]

فریضہ حج کی ادائیگی ایسا رکن اسلام ہے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشریح و تفصیل کے مطابق محبت و عشق الٰہی کا آئینہ دار ہے۔

۹؍اگست ۱۹۷۷ء کو ایر انڈیا سے یہ اطلاع نامہ موصول ہوا کہ ہوائی جہاز سے جدہ آمد و رفت کا PTA ایران سے وصول ہوا ہے۔ ۱۶؍اگست کو تکمیل شدہ کاغذات ٹکٹوں اور ڈرافٹ کے ساتھ جو کہ عاجز کے لڑکے ظفر عبد الباسط ہی نے ایران سے بھیجا تھا ذریعہ سوسر سانک ٹراول ایجنٹ حصول ویزا کے لئے دہلی روانہ کیا اور ارادہ یہ تھا کہ آخری عشرہ رمضان المبارک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گذاریں۔ لیکن مختلف النوع موانع اور کاغذات کی تکمیل میں وقت گذر گیا حتیٰ کہ کئی قسم کی مشکل دفتری کارگزاریوں سے نپٹنے کے بعد مورخہ ۲۰؍اکتوبر کو ایر انڈیا سے ۲۷؍اکتوبر کی نشستیں اللہ تعالیٰ نے دلوا دیں تو ۲۱؍کو حیدر آباد واپس پہنچکر جمعہ میں دعا کا اعلان کروا دیا اور ہم ۲۶؍اکتوبر کی شام کی فلائٹ سے بمبئی پہنچے۔ ہندوستانیوں کے لئے میقات یلملم ہے جہاں سمندری جہاز کے ذریعہ جانے والے حاجی احرام باندھ لیتے ہیں لیکن چونکہ ہوائی جہاز میں ایسا کرنا ممکن نہیں اس لئے ۲۶؍اکتوبر کو رات کے تقریباً ۹ بجے غسل کر لیا اور احرام باندھ کر دوگانہ ادا کرنے کے بعد عمرہ کی نیت اللّٰھم انی ارید العمرۃ فیسرھا لی وتقبلھا منی پڑھ کر تلبیہ لبیک اللّٰھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک پڑھنا شروع کیا۔ اہلیہ نے بھی بعد غسل و دوگانہ سر پر سفید کپڑا باندھ لیا اس لئے کہ عورتوں کے لئے احرام صرف اسی قدر ہے اور چہرہ کھلا رکھنا ہے جب کہ مرد بحالت احرام سر کھلا رکھتا ہے۔ رات کے بارہ بجے ایروڈرم کے لئے روانہ ہوئے اور ۲۷؍اکتوبر کی صبح ڈھائی بجے کی فلائٹ سے جدہ بوقت فجر پہنچ گئے۔ اور ایروڈرم پر نماز فجر ادا کی۔ یہاں ہم سے فی کس ۱۲۱۹ ریال کے حساب سے مبلغ ۲۴۳۸ ریال وصول کر لئے گئے۔ اس کے باوجود معلم صاحب سے عدم موافقت کے سبب جہاں ہمیں الگ رہائش کا انتظام کرنا پڑا۔ اور کئی ایک تکالیف بھی اُٹھانی پڑیں۔ اسی طرح ۱۲۱۳ سعودی ریال جن کے ہندوستانی سکہ کے مطابق ۳۰۰۳ روپے بنتے ہیں ضائع گئے۔

جدہ میں کوئی پرسان حال نہ تھا اور نہ معلم کے کسی نمائندہ کا وجود تھا۔ جستجو کر کے اس بس تک پہنچ گئے جو مکہ جانے والی تھی بعد نماز ظہر اس میں تقریباً ۲ بجے سوار ہوئے جو دیگر مسافرین کے انتظار میں بعد نماز عشاء تک رکی رہی اس طرح رات کے گیارہ بجے ہم مکہ معظمہ پہنچ سکے۔ جس کے حدود میں داخلہ کے ساتھ ہی آنکھیں کعبۃ اللہ کے میناروں کو ڈھونڈتی رہیں تاکہ تلبیہ کو روک کر دعا میں لگ جائیں اس لئے کہ یہ دعا کی قبولیت کا موقع ہے حضرت مسیح موعودؑ کے پہلے خلیفہ حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ نے امام ابو حنیفہؒ کی طرح یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ جب بھی میں تجھ سے دعا کروں تو تو اسے قبول کرے۔ اور الحاج حضرت بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا کہ بہت مضمون سوچے آخر جنازہ اسلام سامنے آیا تو اس سے سب خیال جاتے رہے بجز اس کے کہ اے اللہ اسلام کو زندہ کر اور اسے ترقی دے۔ اب چونکہ بیت اللہ کے چاروں طرف چار چھ منزلہ عمارتیں تعمیر ہو چکی ہیں اس کے قریب پہنچے ہی پردہ دکھائی دیتا ہے۔ حرم شریف پر نظر پڑتے ہی ہم دعا میں مصروف ہو گئے اور بس چلتی رہی اور مسافروں کو حکومت کے نامزد کردہ معلمین کے ہاں اتار دی گئی اس طرح ہماری باری سب سے آخر میں آئی معلم فاروق سیف الدین صاحب کے ہاں سامان رکھنے اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد کعبۃ اللہ کا رخ کیا۔ تلبیہ پڑھتے ہوئے حرم شریف پہنچے داخلہ کے بعد بیت اللہ دکھائی دیا تو دعا کی اور حجر اسود کے قریب پہنچ کر سات طوافوں کی نیت کی حجر اسود کو بوسہ دینے کی پہلی کوشش ناکام ہوئی تو ہاتھ اُٹھا کر بسم اللہ اللہ اکبر کہکر ہاتھوں کا بوسہ لیا اور طواف شروع کر دیا گیا جس میں اضطباع یعنی داہنے بازو کو مونڈھے کے پاس سے کھلا رکھنے کے علاوہ پہلے تین چکروں میں رمل کو بھی ملحوظ رکھا یعنی کچھ تیز رفتاری سے سیدھا ہو کر چلنے کی کوشش کی گئی اور باقی ۴ اشواط (چکر) میں معمولی رفتار سے۔

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ نے کتاب الحج میں جو دعائیں ہر شوط کی شائع فرمائی ہیں وہ یاد کر لی تھیں جو ان چکروں میں پڑھی جاتی رہیں اور چونکہ وہ رکن یمانی یعنی حجر اسود کے بعد دو گوشوں رکن عراقی و رکن شامی کے بعد جو تیسرا گوشہ ہے اس پر پہنچنے سے پہلے ہی ختم ہو جاتی تھیں تو اس کے بعد دوسری دعائیں رکن یمانی تک پہنچنے تک کیا کرتے اور رکن یمانی سے حجر اسود تک ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار وادخلنا الجنۃ مع الابرار یا عزیز یا غفار یا رب العالمین پڑھتے ہوئے پہنچتے پھر استلام کر لیتے ان چکروں میں دو ایک دفعہ ہم دونوں کو حجر اسود کا بوسہ لینے کا موقعہ مل ہی گیا۔

اس طرح ان اشواط یعنی چکروں اور استلام کے بعد ملتزم پر یعنی حجر اسود اور خانہ کعبہ کی چوکھٹ کے درمیان جو جگہ ہے وہاں پر چمٹ کر دعا کی پھر مقام ابراہیمؑ پر دو رکعت نماز ادا کی اور دعاؤں کے بعد آب زمزم سے سیرابی حاصل کر کے دعا کی اللّٰھم انی اسئلک علماً نافعاً و رزقاً واسعاً و شفاءً من کل داءٍ پھر نویں دفعہ حجر اسود کا استلام کر کے صفا کا رخ کیا اب یہ پہاڑ مختصر سا رہ گیا ہے اور شاندار مسقف عمارت میں آگیا ہے اس پر چڑھ کر جہاں سے بیت اللہ دکھائی دیتا ہے وہاں اس کی جانب رخ کر کے تکبیر و درود کے بعد دعائیں کیں اور کوہ مروہ کی جانب سعی آغاز کر دی یہ سارا راستہ ہی مسقف ہے اور فرش سنگ مرمر کا ہے صفا سے چند گز کے فاصلہ پر میلین اخضرین کے درمیان یعنی اس مقام پر جہاں ستونوں پر سبز ٹیوب لائٹ نصب ہیں اس کے درمیان حضرت ہاجرہ کی اتباع میں کہ انہوں نے اپنے کمسن بچے حضرت اسمٰعیلؑ کے لئے پانی کی تلاش میں دوڑ کر یہ حصہ طے کیا تھا دوڑ لگائی جس کے بعد مروہ پر پہنچنے کے لئے کافی فاصلہ رہ جاتا ہے جس کو دعائیں کرتے ہوئے طے کرتے ہیں اور کلام پاک کی آیت اِنّ الصفا والمروۃ من شعائر اللّٰہ فمن۔۔۔ الخ تلاوت کرتے ہوئے مروہ پہنچے یہ کوہ صفا کے مقابلہ میں کم اونچا اور مختصر ہے وہاں پہنچ کر قبلہ رو ہو کر دعائیں کیں اور دعائیں کرتے ہوئے صفا کی طرف چل پڑے اس طرح ساتواں چکر مروہ پر ختم ہوا اس کے بعد سر کے بال کترواکر مطاف میں پہنچ کر دوگانہ ادا کرنے تک صبح کے ساڑھے چار بج چکے تھے جبکہ تہجد کی اذان ہوتی ہے۔ لیکن نماز تہجد باجماعت نہیں ہوتی انفرادی طور پر پڑھ لی جاتی ہے جائے قیام پر واپس ہو کر احرام کھول دیا گیا۔ صفا و مروہ کی سعی میں تقریباً ۳ میل کا فاصلہ بن جاتا ہے اس کے نتیجہ میں اہلیہ کی طبیعت خراب ہوئی اور مکہ مکرمہ کے دوران [illegible] [illegible] معلم صاحب کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس کو انہوں نے جلب منفعت کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی اور [illegible] ریال کے علاوہ جو حکومت نے قیام کے کرایہ کے طور پر وصول کر کے دیگر مدات کی رقومات کے ساتھ انہیں دئے تھے مزید ۱۰۰۰ ریال کا مطالبہ کیا اور عدم ادائی کی صورت میں چوتھی منزل پر منتقل ہونے کی خواہش کی یہ جان کر کہ اہلیہ کے لئے علالت کے باعث اتنی سیڑھیاں چڑھنا اُترنا ممکن نہ تھا۔ ہماری اس مجبوری کے اظہار اور معذرت و لجاجت کا ان پر کچھ اثر نہ ہوا اور ارشاد فرمایا کہ جب اوپر نہیں جا سکتے تو اپنا انتظام کر لیں۔ اور نچلی منزل کے ہال میں جس میں اور حاجی بھی مقیم تھے ہم وہ حصہ چھوڑ دیں جہاں ہمیں ٹھہرایا گیا تھا ورنہ مزید ۱۰۰۰ ریال ادا کریں۔ بدرجہ مجبوری ۳؍نومبر کو جدہ واپس ہو کر ہم نے ایک غیر احمدی عزیز کے ہاں قیام کیا جہاں سے بعد کے جمعہ ۱۱؍نومبر کو پھر بغرض نفلی طواف مکہ معظمہ پہنچے اس لئے کہ عمرہ کے بعد چھ دن کے قیام مکہ کے دوران صرف چند ہی نفلی طواف کرنے کا موقع مل سکا تھا اور تمنا یہ تھی کہ ایام حج تک مسلسل طواف کرتے رہیں اور تلاوت کلام مجید اور دعاؤں میں وقت صرف کریں ان ۶ دنوں میں حرم شریف میں بیٹھ کر صرف ایک دور کلام مجید کا مکمل ہو سکا تھا۔

۱۱؍نومبر کو بعد طواف اپنے ایک غیر احمدی دوست سے جو حیدر آباد کے ایڈووکیٹ تھے اور اب وہاں ایک وزیر کے مشیر ہیں ملاقات ہوئی اور ان کی دریافت پر معلم صاحب کے سلوک کی تفصیل بتائی۔ انہوں نے فرمایا کہ مکہ معظمہ میں تین قسم کے بڑے موذی ہیں ایک معلم دوسرے مکھی اور تیسرے مچھر قیام جدہ کے دوران ایک اور عزیز سے ملاقات ہوئی جن کی والدہ بھی حج پر جا رہی تھیں یہ عزیز وہاں اچھے عہدہ پر مامور رہنے کی

بناء پر اپنی والدہ اور دیگر دوستوں کے حج کے انتظامات عہدہ داران سرکاری کے کیمپ میں کئے ہوئے تھے میری اہلیہ کی معیت کے خیال سے انکی والدہ نے خواہش کی کہ ہم ان کے صاحبزادے سے اس گروپ میں شامل کر لینے کی تحریک کریں چنانچہ ہمارے کہنے پر موصوف نے بڑی خوشی کا اظہار کیا کہ انکی والدہ کو رفیقہ حج مل گئیں یہ محض خدائے عزوجل کا فضل وکرم تھا جس نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے اور ہم حکومت کے مہمانوں کی طرح منیٰ۔ عرفات اور مزدلفہ میں سرکاری خیموں میں رہتے ہوئے مناسک حج ادا کرتے رہے جہاں خوراک وسواری کا معقول انتظام تھا۔ گروپ دس افراد پر مشتمل تھا جن میں ۳ احمدی اور دو غیر احمدی مرد اور ۵ خواتین میں دو احمدی اور ۳ غیر احمدی تھے اور یہ سارا گروپ حاجزی کی امامت میں دوران حج نمازیں ادا کرتا رہا۔ ہم لوگوں نے ۸ر ذی الحج یعنی ۱۸ر نومبر کی صبح بعد غسل احرام باندھ لیے تھے اور دو رکعت نماز کے بعد حج کی نیت کر کے تلبیہ پڑھتے ہوئے جدہ سے تقریباً دس بجے ایک جیپ اور ایک کار میں مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے تھے تاکہ طواف اور سعی کر کے منیٰ جائیں لیکن موٹر کاروں کی اتنی لمبی قطاریں لگی ہوئی تھیں کہ مکہ مکرمہ جو جدہ سے ۵۰ میل کے لگ بھگ ہے اس کی نواحی میں پہنچنے تک ۳ گھنٹے لگ گئے جبکہ دوسرے دنوں میں ہم ۴۵ اور ۵۰ منٹ کے اندر مکہ معظمہ پہنچتے رہے تھے اور محسوس کیا کہ اگر طواف اور سعی کر کے ہی جائیں تو شاید رات ہی میں پہنچ سکیں گے جب کہ منیٰ میں ۸ر ذی الحج کی ظہر سے ۹ کی فجر تک نمازیں پڑھنی ہیں نیز چونکہ ہم چند ایک طواف پہلے ہی کر چکے تھے اس لئے مکہ معظمہ کی آبادی کے شروع حصہ سے منیٰ کو جو راستہ جاتا ہے اس پر سواریوں کا رخ موڑ لیا اور منیٰ کے اس سرکاری کیمپ میں جو عہدہ داروں کے لئے مختص تھا پہنچ کر کھانا کھایا اور نماز ظہر ادا کی یہ کیمپ منیٰ میں شاہی محل کے روبرو ایک چار دیواری میں چند خیموں پر مشتمل تھا اور بفضلہ تعالیٰ یہاں ہر طرح کی سہولت مہیا تھی۔ یہاں سے مسجد خیف اور تینوں جمرے (شیطان) بھی زیادہ دور نہ تھے ۹ر ذی الحج کی نماز فجر کے بعد ہم لوگ عرفات کے لئے روانہ ہوئے اور سرکاری کیمپ میں جو مسجد نمرہ کے بالمقابل تھا داخل ہونے سے قبل تلبیہ پڑھتے ہوئے جبل رحمت کا ایک چکر لگایا اس لئے کہ سرکار دو عالم صلعم نے اس پر حجۃ الوداع کا خطبہ دیا تھا اور یہاں آیت الیوم اکملت لکم دینکم..... الخ نازل ہوئی تھی اس دوران اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر ولِلّٰہ الحمد اور لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و

یمیت وھو علیٰ کل شیء قدیر بھی پڑھتے رہے اور جبل الرحمت کو دیکھتے رہے اس چکر میں کثرت ہجوم وسواریوں کے باعث تین چار گھنٹے لگ گئے جس کے بعد اپنے کیمپ میں داخل ہو کر بعد طعام ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھی گئیں جس کے بعد خیمہ سے باہر نکل کر قبلہ رو کھڑے ہوئے بارگاہ الٰہی میں غروب آفتاب تک دعاؤں میں لگے رہے جب تھکان محسوس ہوتی تو کچھ دیر بیٹھ کر دعائیں کر لیتے پھر کھڑے ہو جاتے کلام پاک کی دعائیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد فرمودہ دعائیں جتنی ازبر تھیں ان کو پڑھنے کے بعد دعاؤں کی مطبوعہ کتاب ختم کر ڈالی پھر اپنی حاجات بارگاہ رب العزت میں عرض کی گئیں اور سابقہ گناہوں کی بخشش اور آئندہ گناہ سوز فطرت پیدا ہو جانے کی منکسرانہ التجا کی گئی۔ مستورات خیمہ کے اندر اسی طرح دعاؤں میں مصروف رہیں یہ وقوف میدان عرفات حج کا اہم رکن ہے جو معرفت الٰہی حاصل کرنے اور اللہ جل شانہٗ کے حضور گڑگڑانے کا مقام ہے جہاں غروب آفتاب تک قیام لازمی ہے جس کے بعد نماز مغرب ادا کئے بغیر مزدلفہ روانہ ہوئے جہاں سرکاری کیمپ بادشاہ کے محل سے متصل پہاڑی کے دامن میں تھا۔ یہاں نماز عشاء کا وقت آغاز ہونے سے قبل ہی پہنچ گئے اور بعد فراغت طعام مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں اور چند لمحے زیر سما آرام کر کے پھر عبادت اور دعاؤں میں رات گزاری گئی۔ ہم نے دیکھا کہ فجر کی نماز کا وقت ہونے تک بھی میدان عرفات سے حاجیوں کی واپسی کا سلسلہ جاری تھا اس طرح دیر سے واپسی کا موقع ملنے والوں کے لئے رات مزدلفہ میں گزارنے کا بہت ہی کم موقع ہاتھ آیا اور ارشاد باری تعالیٰ فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام کی کماحقہ تعمیل سے قاصر رہے مزدلفہ ہی میں رمی جمار کے لئے ۴۹ کنکریاں چن لی گئیں اور سورج طلوع ہونے سے قبل منیٰ کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں وادی محسّر واقع ہے جہاں ساری سواریوں کو تیز رفتار کر دیا جاتا ہے اور پیدل راہرو حاجی بھی تیزی کے ساتھ یہاں سے گذر جاتے ہیں اس لئے کہ یہاں اصحاب الفیل پر خدا تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تھا جب ابرہہ نے بدنیتی سے مکہ پر حملہ کے لئے فوج کشی کی تھی۔ منیٰ پہنچ کر کنکریاں جمرہ عقبیٰ پر ماری گئیں پھر بکروں کی قربانی دینے چلے گئے جہاں بکروں کے گلہ تک پہنچنے کے لئے ہم سے قبل قربانی دیئے گئے بکروں پر چل کر جانا ناگزیر تھا حالانکہ ایک جانب سے بل ڈوزر انہیں گڑھے میں ڈھکیل رہا تھا یہ مرحلہ بھی رمی جمار کے مرحلہ کی طرح ہمت

کا امتحان لینے والا ہوتا ہے بہر صورت بعد قربانی اپنے خیمہ پر واپس ہو کر سر کے بال منڈوائے اور نہا کر روزمرہ کے کپڑے پہن لئے گئے اور چونکہ ۱۰ر ذی الحج ہی کو طواف زیارت کرنا افضل ہے بعد نماز عشاء حرم شریف روانہ ہوئے جہاں سے طواف بیت اللہ وسعی وغیرہ کے بعد صبح ۴ بجے منیٰ کو واپسی ہو سکی اگرچہ کہ یہ فاصلہ ۳ ہی میل ہے لیکن سواریوں کی کثرت کے باعث یہ مختصر سا فاصلہ طے کرنے میں گھنٹوں لگ جاتے ہیں ۱۱ر اور ۱۲ر ذی الحجہ کو بعد زوال تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں مارنے کے بعد ۱۲ر ذی الحجہ مطابق ۲۲ر نومبر کو ۴½ بجے منیٰ سے روانہ ہو کر ۵ بجے جدہ پہنچے اور اس دوران ارشاد خداوندی فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکراً پر عمل کو پیش نظر رکھا گیا جدہ پہنچتے ہی اہلیہ کی طبیعت پھر زیادہ خراب ہوئی اور انجکشنوں وغیرہ کے ذریعہ علاج ہوتا رہا۔ ختم نومبر پر وہ اس قابل ہوئیں کہ مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوں چنانچہ ۲ر دسمبر جمعہ کے دن حرم شریف پہنچ کر نفل طواف کے بعد معلم صاحب کے پاس پہنچے کہ ہماری مدینہ روانگی کا بندوبست کر دیں موصوف نے کہا کہ پہلے واپسی کی تاریخ ایر انڈیا سے لی جائے اور اس تاریخ سے دس گیارہ دن قبل آئیں تو مدینہ منورہ روانگی ہو سکے گی موصوف کی اس ہدایت پر جدہ واپس ہو کر عمل کیا گیا اور چونکہ ۱۴ر دسمبر کو ایر انڈیا سے واپسی کا ریزرویشن مل سکا تھا ۸ر دسمبر کو مزید عمرہ کی غرض سے بعد غسل بحالت محرم (یعنی احرام باندھ کر) جدہ سے ۴ بجے سہ پہر روانہ ہوئے اور سامان معلم صاحب کے پاس رکھ کر عمرہ کے لئے بیت اللہ پہنچ گئے جہاں سے رات دیر گئے واپسی ہو سکی اور صفا ومروہ کی سعی کے نتیجہ میں دوسرے دن ۹ دسمبر کو اہلیہ کا آرام لینا ناگزیر تھا اس لئے انہیں جائے قیام پر چھوڑ کر عاجز نے بعد زوال و ادائی نماز جنت المعلیٰ کا رخ کیا اس لئے کہ وہ جمعہ کا دن تھا۔ یہ بہت ہی قدیم قبرستان ہے جو دو حصوں میں بٹا ہوا ہے اور ان دونوں حصوں کے درمیان اوپر سے ایک سڑک گذرتی ہے اس سڑک کے نیچے جو مسقف راستہ ہے اسے عبور کرنے کے بعد بالکل آخری حصہ میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مزار ہے جس پر یہ نام لکھا ہوا ہے باقی صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبروں پر کوئی نام نہیں ہے البتہ اس حصہ کے اطراف چار دیواری ہے جس میں ایک جالی دار لوہے کا دروازہ ہے جو مقفل رہتا ہے اسی میں سے یہ تحریر دکھائی دیتی ہے لہذا اس دروازہ کے پاس کھڑے ہو کر دیر تک دعا میں مصروف رہا۔ وہاں سے

لائبریری کا رخ کیا جو مولد النبیؐ کی جگہ تعمیر ہوئی ہے اور جو ہماری جماعت کے بزرگ صحابی حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کو رہین منت ہے محترم موصوف نے ۱۹۲۷ء میں فریضہ حج ادا کیا تھا اسی دوران آپ نے اس وقت کے وزیر تعمیرات سے اپنی اس تجویز کا ذکر کیا کہ اس عمارت کو دار الحدیث بنا دیا جائے اور لائبریری کا کام لیا جائے۔ اس کا ذکر آپ نے اپنی تالیف کتاب الحج مطبوعہ ۱۹۲۸ء میں ذکر کیا ہے۔

یہ کتاب ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی جس کے بعد بحمد للہ ان کی تحریک ایسی عملی صورت اختیار کر گئی کہ آج وہاں ایک شاندار بلڈنگ کھڑی ہے جس میں لائبریری ہے۔ وہاں سے حرم شریف واپس ہو کر نماز عصر ادا کرنے کے بعد نفل طواف کیا دوسرے دن ۱۰ر دسمبر کی صبح اہلیہ کو ساتھ لے کر بذریعہ ٹیکسی غار حرا اور غار ثور کے پہاڑوں کی زیارت اور دوگانوں کی ادائی کے بعد مسجد بلالؓ ہوتے ہوئے مسجد جن پہنچے جو جنت المعلیٰ کے قریب ہے اور اس وقت زیر تعمیر ومرمت ہونے کے باعث موقع ملا کہ اس کے محراب میں ہم دونوں دوگانے ادا کریں پھر جنت المعلیٰ پہنچے اور چونکہ مستورات کو قبروں کے قریب جانے کی اجازت نہیں دی جاتی گیٹ ہی کے پاس سے حضرت ام المومنینؓ کی قبر کا مقام اشارے سے دکھانے کی کوشش کی اور وہیں سے دعا کر کے لوٹ آئے اور رات میں مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔

زیارت مدینہ منورہ

مدینہ منورہ وہ مقدس اور پیاری بستی ہے جس کے بارہ میں مامور زمانہ حضرت مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

إِلَى الْآنِ اَنْوَارٌ بِتُرْبَةِ يَثْرِبٍ
تُشَاهِدُ فِيْهَا كُلَّ يَوْمٍ تَجَدُّدًا

اب تک یثرب (مدینہ) کی پتھریلی زمین میں ایسے انوار ہیں۔ کہ ہر روز ہم ان میں جدت دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب اور یہ ایسا شعائر اللہ ہے جو قرآن مجید کے ذریعہ فتح ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب قیام گاہ بن گیا جہاں آپ نے اپنے وطن مکہ معظمہ سے ہجرت کے بعد اپنی زندگی کے آخری دس سال گذارے۔ حضورؐ ہی نے مکہ کے بعد دوسرے درجہ پر اس کو حرم قرار دیا اس بستی کے لئے کثرت سے دعائیں فرمائیں اور یہیں مدفون ہوئے اسی کے

ذریعہ دوسرے اسلامی ممالک حتیٰ کہ مکہ معظمہ فتح ہوا اسی کے جنوب میں ۳ میل کے فاصلہ پر پہلی مسجد اپنے دست مبارک سے تعمیر فرمائی جب کہ ہجرت کے بعد پہلے چودہ دن قبا میں قیام فرمایا تھا پھر بنو نجار کے قبیلہ کو بلوا کر ان کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لائے اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے ہاں قیام فرمانے کے بعد جس قطعہ پر تعمیر مسجد کی خواہش فرمائی اس کے مالک دو یتیم بچوں سہیلؓ اور سہیلؓ نے اپنے اخلاص سے اُس کو پیش کیا لیکن حضور نے اُس کی قیمت ادا فرمائی۔

مسجد نبوی کیلئے ۷۰ ہاتھ لمبی اور ۶۰ ہاتھ چوڑی بنیادیں کھودی گئیں جن میں پتھر بھرے گئے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے کھیت کی مٹی سے کچی اینٹیں بنا کر دیواریں کھڑی کی گئیں جو کٹ پتھروں سے بنائی گئی ڈیڑھ اینٹ عرض کی دیواریں ۷ ہاتھ اُٹھائی گئیں کھمبے کھجور کے درخت کے تنے اور چھت کھجور کے پتوں کی بنی مشرق کی جانب ۳ امہات المؤمنین حضرت عائشہؓ حضرت صفیہؓ اور حضرت سودہؓ کے حجرے اور باقی چھ کے شمال کی جانب تعمیر ہوئے مشرق کی جانب دروازہ باب جبریل مغرب کی جانب باب الرحمۃ اور شمال کی جانب باب مجیدی دروازے قائم ہوئے۔ (واضح ہو کہ مدینہ سے قبلہ جانب جنوب ہے اس لئے وہاں کی مسجدوں کا رُخ بھی اسی جہت سے ہوتا ہے۔) فتح خیبر کے بعد مسجد کی توسیع آپ نے اس طرح فرمائی کہ لمبائی میں ۱۰۰ ہاتھ ہو گئے چنانچہ بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ "مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کچی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی اس کی چھت کھجور کی ٹہنیاں تھیں ستون بھی کھجور کی لکڑیوں کے تھے پھر حضرت ابوبکرؓ نے اس میں کچھ نہیں بڑھایا البتہ حضرت عمرؓ نے اسی میں بڑھایا اور اس کو کچی اینٹوں اور کھجور کی ٹہنیوں سے اسی بنیاد پر بنایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی اور نئی لکڑیوں کے ستون دوبارہ لگائے پھر حضرت عثمانؓ نے اسمیں بہت کچھ زیادتی کی اور اس کی دیوار کو نقش دار پتھروں اور گچ سے بنایا اور اس کے ستون نقش دار پتھروں سے بنوائے اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی سے" اس کے بعد مختلف زمانوں میں اس مسجد کی شاندار توسیع ہوتی رہی۔

شمالی جانب سعودی حکومت نے کافی دور تک اس طرح توسیع کی ہے کہ ان دونوں جانب کافی چوڑے دلان ہیں جن کے درمیانی حصہ میں صحن ہے جس کے بعد پھر دالان ہے جس دالان کے دونوں جانب مشرق میں باب عبد العزیز تین دروازوں پر اور مغرب میں باب مسعود تین دروازوں پر مشتمل ہے جس کے بعد پھر مشرق اور مغرب میں دالان اور ان کے درمیان دوسرا صحن ہے جس کے بعد پھر آخری دالان ہے جس میں شمالی جانب تین دروازے باب عمرؓ باب مجیدی اور باب عثمانؓ واقع ہیں۔ اس طرح باب عثمانؓ سے باب النساء تک جو دالان ہے وہ مستورات کے لئے مختص ہے جو باب عثمان اور باب عبد العزیز سے مسجد میں داخل ہوتے ہیں دونوں صحنوں میں بھی سنگ مرمر کا فرش ہے جس پر جانمازیں بچھی رہتی ہیں جبکہ دالانوں اور مسجد میں عمدہ قالین بچھے ہوئے ہیں مسجد کے چاروں طرف بھی سنگ مرمر ہی کا فرش ہے اور مغرب کی جانب اس سنگ مرمر کے فرش کے بعد کافی وسیع رقبہ حاصل کر کے اس کے تینوں جانب یعنی شمال مغرب اور جنوب میں دیواروں سے گھیر دیا گیا ہے اور اس عرصہ میں بھی اسبطاس کے ڈھالئے ہیں جن کے درمیان راستوں کے لئے جگہ چھوڑی گئی ہے اور ان ڈھالیوں کے نیچے بھی حج کے زمانے میں نمازیوں کی کثرت کے پیش نظر قالین بچھے رہتے ہیں یہ وسیع رقبہ اور مسجد نماز عشاء کے بعد بند کر دئے جاتے اور تہجد کے وقت سے پہلے کھولے نہیں جاتے۔ مسجد میں باب جبریل سے داخل ہو کر اصحاب صفہ کے چبوترہ سے آگے جانے کے بعد بائیں جانب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی مسجد کا جو حصہ ہے اس میں وہ محراب جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے وہاں ایک سنگ مرمر کی محراب رکھ دی گئی ہے جو آپ کے سجدہ کی جگہ پر آ گئی اور اب محراب میں نماز ادا کرنے والا اس جگہ سجدہ کرتا ہے جہاں آپ کے قدم ہوتے تھے اس محراب کے عقب میں اسطوانہ حنانہ وہ ستون ہے جس جگہ وہ کھجور کا تنہ دفن کر دیا گیا ہے جس کے سہارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے اور جب ایک انصاری عورت نے لکڑی کا منبر تیار کر کے پیش کرنے کی اجازت حاصل کی اور تیار ہو کر آ جانے پر حضور صلعم نے اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا شروع کیا تو یہ تنا اس بری طرح رونے لگا کہ صحابہؓ جنہوں نے اس کے رونے کی آواز سنی یہ فرماتے ہیں کہ ایسی آواز آ رہی تھی جیسے کہ سسکیاں لے رہا ہو اس پر رحمت عالمؐ منبر سے اتر کر اس کے پاس آئے اور اسے اپنے ساتھ لگا کر اس پر ہاتھ پھیرا تھا جس کے بعد اسے دفن کرا دیا گیا تھا۔ اس لکڑی کے منبر کی جگہ پر بھی اب سنگ مرمر کا بلند منبر بنا کر رکھا گیا ہے۔ جس کے مشرقی جانب حضرت عائشہؓ کے کمرے تک چند ستون ہیں ایک ستون پر اسطوانہ عائشہؓ لکھا ہوا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا تھا کہ میری مسجد میں ایک ایسی جگہ ہے کہ اگر اس کی فضیلت معلوم ہو تو اس جگہ کے حصول کے لئے قرعہ اندازی ہوا کرے حضورؐ کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ نے اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیرؓ کو اس ستون کی نشاندھی کی اس لئے اسے اسطوانہ عائشہؓ کہتے ہیں۔ اسی طرح اور بھی استوانے ہیں جن کا ذکر باعث طویل ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے روضۂ اطہر کے عقب میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اس طرح مدفون ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کا چہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شانوں کے بالمقابل اور حضرت عمرؓ کا چہرہ حضرت ابوبکرؓ کے شانوں کے بالمقابل ہے اور اس پتھر کی چار دیواری میں ایک اور قبر کی جگہ ہے۔ اس سے متصل حضرت فاطمہؓ کا کمرہ ہے جو لوہے کی جالی ہی کے اندر آ گیا ہے اس جالی کی شمالی جانب محراب تہجد ہے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد پڑھا کرتے تھے جہاں ایک فٹ اونچا چبوترہ ہے جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا مابین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ اور اسی آپ کے بیت (گھر) اور منبر کے درمیان اسطوانہ حنانہ، اسطوانہ عائشہؓ اور اسطوانہ ابی لبابہ واقع ہیں اور مصلّی بھی لہٰذا ان سب مقامات پر دو دو رکعت نمازیں پڑھی گئیں جب بھی موقع ملا اس لئے کہ یہاں احباب اکثر بیٹھے ہوئے رہتے ہیں اور تلاوت کلام پاک میں مصروف رہتے ہیں۔ قبلہ کی طرف مسجد نبوی کی جو دیوار ہے اور جس میں محراب عثمانی ہے اس دیوار پر محراب سے اوپر کی جانب دیوار کے دائیں کنارے سے بائیں تک سورہ فتح سنہری حروف میں لکھی ہوئی ہے اور اگر ہم باب السلام سے داخل ہوں تو بائیں جانب ایک اور محراب سنگ مرمر کی ملتی ہے جسے محراب سلیمانی کہتے ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ ہی کی سیدھ میں رکھی ہوئی ہے۔ اس تفصیل سے مسجد نبویؐ اور روضہ اطہر کا نقشہ ممکن ہے کچھ واضح ہو جائے گا اسی مستطیل جالی کے احاطہ پر سبز گنبد ہے اور چھت کے چاروں کونوں پر مینارے ہیں قبلہ جنوب کی جانب میناروں کی اونچائی شمال کے میناروں کے مقابل میں کم ہے جو ۶۰ میٹر ہونا بیان کرتے ہیں جب کہ شمالی میناروں کی اونچائی ۷۰ میٹر ہے۔

مدینہ کے دیگر مقدس مقامات

اسی مقدس بستی کے قریب ہی شمال میں کم و بیش ۳ میل کے فاصلہ پر جبل اُحد ہے جبکہ مسجد نبی سے بالکل قریب باب النساء سے چند گزوں کے فاصلہ پر جنت البقیع واقع ہے جہاں پہنچنے میں صرف پانچ سات منٹ درکار ہوتے ہیں۔ مسجد غمامہ یعنی مسجد نبویؐ سے کچھ زیادہ فاصلہ پر نہیں ہے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔ اس مسجد غمامہ کے قریب میں مسجد ابوبکرؓ اور مسجد عمرؓ واقع ہیں۔

ان سارے شعائر اللہ اور ایسے پاک اور مقدس مقام کی زیارت کے لئے ہم دیگر حجاج کے ساتھ ۱۰ دسمبر کو رات کے ۹ بجے ذریعہ بس روانہ ہوئے راستہ میں بدر کے مقام پر نماز تہجد و فجر کے لئے تقریباً ۴ بجے صبح بس رُکی جہاں ۱½ دو گھنٹہ کے قریب ٹھہری رہی وہاں ایک بڑی مسجد بھی بنی ہوئی ہے اس کے بعد جب بعد فجر مدینہ منورہ کی طرف بس چلی بڑی تو درود شریف کے ورد کے ساتھ سفر ۹½ بجے تک جاری رہا تب کہیں جا کر گنبد خضرا دکھائی دیا بس سے اتر کر بذریعہ ٹیکسی حکومت کے مقرر کردہ ٹھکانے پر پہنچے اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ مقام بہت ہی اچھا تھا جہاں ہوٹل السرور میں ہمارے قیام کے لئے ایک کمرہ دیا گیا تھا یہ ہوٹل باب عبد العزیز سے اتنا قریب واقع ہے کہ مسجد نبوی سے ۳-۴ منٹ میں ہم واپس ہو سکتے تھے اور وہاں سے دکھائی بھی دیتا تھا دوسری خوبی اس میں یہ تھی کہ جنت البقیع کی ایک دیوار اس راستہ کے جنوب میں واقع ہے جس کی وجہ مسجد نبویؐ کو جاتے اور آتے ہوئے اس پر نظر بھی رہتی تھی۔

جنت البقیع کا کھولا جانے والا گیٹ اس کے مغربی جانب باب النساء کے رخ پر ہے یہ گیٹ بعد نماز فجر دو ایک گھنٹوں کے لئے کھولا جاتا ہے۔ ہوٹل کے اس کمرہ میں سامان رکھ دینے اور کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے ظہر اور عصر کے درمیانی وقفہ میں مسجد نبوی میں پہنچ کر اسطوانہ ابی لبابہ کے پاس دو رکعت نماز پڑھی اور نماز ظہر ادا کر کے مسجد کے اس جنوبی دالان میں پہنچے جو مستطیل نما جالی کے احاطہ کے جنوب میں واقع ہے تاکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کے اوپر کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کریں اور زیارت سے مشرف ہوں آقائے نامدار صلعم فرماتے ہیں من زار قبری وجبت لہ شفاعتی جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ (دار قطنی) آپ کے چند ایک ارشادات ہونا بیان کئے جاتے ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔

مَنْ جاءنی زائراً لا یکون بعملہ حاجۃ اِلّا زیارتی کان حقاً علیّ ان اکون شفیعاً لہ یوم القیامۃ (دار قطنی) جو شخص میری زیارت کو آئے اور اس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ ہو تو مجھ پر یہ حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں۔

حضرت مسیح موعودؑ اپنی تصنیف ازالۂ اوہام

میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اُمت کے سلام وصلوٰۃ برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچائے جاتے ہیں۔"

اور یہ ہم گنہگاروں کی خوش نصیبی تھی کہ ہم آپ کے دربار میں پہنچ کر سلام اور صلوٰۃ پیش کر سکے آپ کے میں جالی کے اندر جو گول حلقے بنے ہوئے ہیں ان کے سامنے کھڑے ہو کر دعائیں کیں پھر دو ایک ہاتھ داہنی جانب ہٹ کر حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں اس کے بعد دو ایک ہاتھ داہنی جانب ہٹ کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہیں دو گھنٹے لگ گئے جس کے بعد ہوٹل واپس ہوئے۔ مکّہ سے مدینہ تک کے طویل بس کے سفر میں جو ساری رات گذری اور مسجد نبویؐ میں دو گھنٹوں کی ریاضت کے بعد اہلیہ کی صحت پھر خراب ہوئی تو بعد نماز مغرب دواخانہ کی تلاش میں نکل گیا اور دوائی لے کر واپس ہونے تک رات کے ۹ بج گئے۔ دو دن تک ان کی علالت کا سلسلہ رہا جس کے بعد طبیعت سنبھلنے پر تیسرے دن ٹیکسی لے کر شعائر اللہ کی زیارتوں کے لئے روانہ ہوئے پہلے جبل احد میں مسجد امیر حمزہؓ میں گئے دو رکعت نماز پڑھی۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ نے ہجرت کے بعد مدینہ ہجرت کی تھی جنگ بدر اور اُحد میں شریک رہے اور اس دوسری جنگ جھنڈا ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ اس چار دیواری کے عقب میں اس سے متصل ایک اور چار دیواری ہے جس میں دیگر شہدائے اُحد مدفون ہیں اس کے بعد جنگ کے میدان میں پہنچے۔ وہاں سے لوٹ کر مسجد قبلتین گئے جو ایک ٹیلہ پر واقع ہے بیان کیا جاتا ہے کہ دوران نماز تبدیلیٔ قبلہ کا حکم نازل ہونے کی اطلاع ملنے پر شمال یعنی بیت المقدس کی جانب جو رخ تھا جنوب یعنی کعبۃ اللہ کی جانب رخ پھیر لیا گیا۔ سابقہ محراب کا نشان شمالی جانب باقی رکھ کر جنوب کی جانب محراب بنایا گیا ہے بعد ادائی دوگانہ وہاں سے ہم متعدد قابل دید مساجد میں گئے۔

اس کے بعد مدینہ لوٹ آئے۔ یہاں کے عجائب گھر موسومہ "مکتب المشرف الشریف" میں قرآن مجید کا ایک قدیم و دیرینہ نسخہ ہے جو دنیا میں سب سے بڑا ہے جس کی لمبائی ۱۴۲½ سنٹی میٹر چوڑائی ۸۰ سینٹی میٹر اور وزن ۱۵۴ کیلو گرام ہے۔ جنت البقیع میں عورتوں کے داخلہ کی اجازت نہیں عاجز تنہا بعد نماز فجر زیارت قبور کے لئے جا سکا اس لئے کہ دیگر اوقات میں اس کا گیٹ بند ہی رہتا ہے۔ اور داخل ہونے نہیں دیا جاتا۔ قبور پر کوئی کتبے نہیں ہیں چنانچہ وہاں کے متولی کی نشان دہی کے بموجب مختلف بزرگان کے مزارات پر دُعا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ ۹ دن کے قیام مدینہ کے دوران کبھی آنحضرتؐ کے محراب تہجد پر اور کبھی اصحاب صفہ کے چبوترہ پر بیٹھ کر قرآن مجید کے دو دور کرنے کی توفیق عطا ہوئی جبکہ حرم شریف میں قیام مکہ کے ابتدائی چھ دن کے دوران صرف ایک دور کیا جا سکا تھا۔ مدینہ کی پہلی رات مسجد نبویؐ میں تہجد کی نماز ادا کرنے کی غرض سے رات کے ۳ بجے پہنچا تو دروازے کھلے نہ تھے باب جبریل کے سامنے سردی میں ایک گھنٹہ درود شریف پڑھتا ہوا کھڑا رہنے کے بعد ۴ بجے دروازہ کھلا اس کے بعد کی راتوں میں کبھی ۴ بج کر ۵ منٹ پر کبھی ۱۰ منٹ پر اور دیری ہوتے ہوتے ہماری مدینہ سے واپسی کے دن یعنی ۲۰ دسمبر کو پونے پانچ بجے دروازہ کھلا تو میں نے اس رات تہجد کی ۸ رکعتیں آنحضرت صلعم کے قدموں کی جانب مسجد کے باہر کھڑا صحن میں پڑھ لی تھیں۔ عاجز کا یہ معمول رہا کہ تہجد کی ۸ رکعتوں میں علی الترتیب یٰسین، فتح، رحمٰن، واقعہ، ملک، مزمل، النبأ اور والفجر کی سورتیں تلاوت کرے۔ اور فاقرءوا ما تیسّر منہ کے ساتھ ساتھ ورتّل القرآن ترتیلاً کو بھی مدنظر رکھے۔ واپسی کے روز روضہ اطہر پر وداعی سلام اور صلوٰۃ کے بعد ہوٹل لوٹ آیا اور بعد نماز فجر واپسی کی تیاری شروع کی بذریعہ ٹیکسی بس اسٹینڈ پہنچے جہاں سے سوا نو بجے جدہ کے لئے روانگی ہوئی اور شام کے ۴ بجے اس نے ایروڈرم پہنچا دیا جہاں سے جائے قیام پہنچنے پر علم ہوا کہ ایر انڈیا کی محفوظ نشستیں مکرر عدم توثیق کے باعث منسوخ ہو گئی ہیں اور ہم ۲۲ دسمبر کی صبح روانہ نہ ہو سکیں گے جس سے بڑی تشویش لاحق رہی کہ حیدر آباد میں سارے بچے اور دوسرے ہمدرد بہی خواہ جنہیں ہمارے ۲۲ دسمبر کو حیدر آباد پہنچنے کی اطلاع پہنچی تھی پریشان رہیں گے لیکن وہاں کے ڈاک و تار کے ناقص انتظامات کے باعث کچھ کیا نہ جا سکا۔ سعودی ایر لائنس کے ذریعہ ایک ٹیلیکس بمبی اپنے ایک عزیز کے ہاں بھجوایا لیکن بمبئی پہنچنے پر اس کی بھی عدم وصولی کی اطلاع ملی چونکہ جدہ سے ایر انڈیا کی فلائٹ ہفتہ میں صرف ایک دن ہے اس ٹکٹ پر سعودی ایر لائنس سے ۲۳ دسمبر کی نشستیں اپنے غیر احمدی عزیز کی کوششوں سے حاصل ہو گئیں ورنہ ایک ہفتہ کے لئے رکے رہنا پڑتا اور بچوں کی پریشانی کا سلسلہ طویل ہو جاتا۔ صبح دس بجے یہ ہوائی جہاز روانہ ہو کر شام کے ۶ بجے بمبئی پہنچا اس لئے کہ یہ ریاض پر ½ گھنٹہ اور دوبائی پر ½ گھنٹہ کیلئے رک جاتا ہے۔ دوسرے دن ۲۴ دسمبر کو شام کی فلائٹ سے بمبئی سے نشستیں مل سکیں اس طرح ۲۴ اکتوبر کو جو حیدر آباد سے روانہ ہوئے تھے ۲۴ دسمبر بروز ہفتہ کی شام میں بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت بعد ادائی فریضہ حج و فراغت زیارت واپسی عمل

میں آئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا حج قبول فرمائے اور ہماری عاجزانہ دعاؤں کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین۔

نتیجہ دینی امتحان لجنات اماء اللہ بھارت آخری قسط

منعقدہ ۲۴ اگست ۱۹۷۷ء

اس سے قبل بدر مجریہ ۲ فروری ۱۹۷۸ء میں نتیجہ امتحان لجنات اماء اللہ بھارت کی پہلی قسط اوّل، دوم اور سوم آنے والوں کے اسماء اور آئندہ سکیم امتحان شائع کی جا چکی ہے۔ اس امتحان کی آخری قسط بھی پیش خدمت ہے۔ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ۔

نمبر شمار	نام		نمبر حاصل کردہ
	دیہاتی لجنات		
	لجنہ اماء اللہ حیدر آباد		
۱	مکرمہ آمنہ طیبہ منڈاشی		۵۵
۲	〃 سلیمہ بانو منڈاشی		۵۴
۳	〃 نصرت آراء میر		۴۰
۴	〃 راشدہ پروین		۳۸
۵	〃 فریدہ بانو		۳۶
۶	〃 راحت آراء میر		۴۳
	کرڈاپلی		
۱	مکرمہ صدیقہ بیگم		۵۶
۲	〃 مریم بیگم		۳۶
۳	〃 راشدہ بیگم	سوم	۶۲
۴	〃 امۃ الحیٔ		۳۹
۵	〃 شکیلہ بیگم		۴۰
۶	〃 تبارک بی بی		۵۸
۷	〃 زین اللہ بیگم		۴۴
۸	〃 مریم بی بی		۳۳
۹	〃 فاطمہ بیگم		۴۱
۱۰	〃 نورجہاں بیگم		۶۱
	کیندراپاڑہ		
۱	مکرمہ ناصرہ حق	دوم	۶۷
۲	〃 نذیر النساء		۵۴
۳	〃 فائقون النساء		۵۲
۴	〃 شمیمہ بیگم		۵۲
	پینکال		
۱	مکرمہ نصرت جہاں بیگم	اوّل	۸۰

نمبر شمار	نام		نمبر حاصل کردہ
۲	مکرمہ راحت بی بی		۴۸
۳	〃 پری بی بی		۴۶
۴	〃 نعیمہ بیگم		۴۸
	〃 اطہر بی بی		۴۵
	〃 امۃ القیوم بیگم		۳۹
	〃 علیمہ بی بی		۳۶
	〃 کبریٰ بیگم		۵۶
۹	〃 نصرت بی بی		۳۴
۱۰	〃 رضیہ بیگم	سوم	۶۲
۱۱	〃 ساجدہ بیگم		۴۸
۱۲	〃 الکن پاری بی بی		۵۶
	امروہہ		
۱	مکرمہ ذاکرہ بیگم		۴۲
۲	〃 قمر جہاں		۴۰
	بڈھانوں		
۱	مکرمہ منیرہ بیگم بنت عبدالعزیز صاحب		۴۰
۲	〃 نصرت بیگم 〃 محمد شفیع صاحب		۳۵
۳	〃 تصویر بیگم 〃 عبدالعزیز صاحب		۴۲
۴	〃 کلثوم بیگم 〃 محمد خان صاحب		۴۰
۵	〃 آفتاب بیگم 〃 〃 〃		۳۸
	خانپور ملکی		
۱	مکرمہ مبینہ بیگم		۴۳
۲	〃 ذکیہ پروین		۵۴
۳	〃 شاہینہ پروین		۴۰
	سرونیا گاؤں		
۱	مکرمہ فہیمہ خاتون		۴۵
۲	〃 عزیزہ بیگم		۴۵

اخبار قادیان

• قادیان ۱۴ فروری۔ آج مکرم سیٹھ محمود احمد صاحب گلوب آف کلکتہ [illegible] اپنے عزیز و اقارب سے پاکستان میں ملاقات کے بعد کلکتہ واپس جاتے ہوئے آج قادیان تشریف لائے ۱۵ فروری کو آپ یہاں سے کلکتہ کے لئے روانہ ہوں گے اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں حافظ و ناصر ہو۔

• مورخہ ۹ فروری کو مجلس خدام الاحمدیہ کے صداقت گروپ کا ایک تربیتی جلسہ ہوا جس میں عزیز مرزا مسعود احمد صاحب اور محمد اکرم صاحب گجراتی نے تقاریر کیں۔

آپ کا چندہ اخبار بدر ختم ہے

مندرجہ ذیل خریداران اخبار بدر کا چندہ اخبار بدر ختم ہو چکا ہے۔ اخبار بدر کے ذریعہ بطور یاد دہانی آپ کی خدمت میں تحریر ہے کہ آپ اپنے ذمہ کا چندہ بدر اپنی پہلی فرصت میں ادا کر کے اطلاع دیں۔ تاکہ آئندہ آپ کے نام پرچہ جاری رہ سکے۔

مینیجر اخبار بدر قادیان

خریداری نمبر	نام خریداران	خریداری نمبر	نام خریداران
۱۰۵۴	مکرم خواجہ صدیق احمد صاحب	۱۹۱۲	مکرم وی۔ عبدالرحیم صاحب۔
۱۰۸۱	" فضل الرحمٰن صاحب۔	۱۹۵۰	" نبی نور صاحب۔
۱۰۸۷	" سید عبدالفہیم صاحب۔	۱۹۸۰	" این حامد صاحب۔
۱۰۹۵	" مولوی بشیر احمد صاحب۔	۱۹۸۶	محترمہ ایم سی۔ طاہرہ صاحبہ۔
۱۰۹۸	" سیٹھ محمد الیاس صاحب	۱۹۹۰	مکرم ماسٹر عبدالحکیم صاحب۔
۱۰۹۹	" " " " "	۱۹۹۵	" خطیب صاحب جامع مسجد کالابن
۱۱۰۱	محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ۔	۱۹۹۹	" مبارک رسول صاحب ڈار۔
۱۱۰۲	مکرم مہر دین صاحب۔	۲۰۰۷	" گوتم احمد صاحب۔
۱۱۰۳	" نورالدین صاحب۔	۲۰۱۱	" قاضی حبیب اللہ صاحب۔
۱۱۱۱	" محمد عبداللہ صاحب شاکر۔	۲۰۱۲	محترمہ سیدہ شاہدہ خاتون صاحبہ۔
۱۱۲۴	" معین الدین صاحب۔	۲۰۱۸	" مسز رحمت شفیع صاحب۔
۱۱۴۰	" ڈاکٹر ایم۔ آر۔ قریشی صاحب۔	۲۰۲۴	مکرم محمد حبیب اللہ صاحب۔
۱۱۵۳	" فضل الرحمٰن صاحب۔	۲۰۲۰	سنٹرل نیوز ایجنسی۔
۱۱۸۱	" سید رحمت علی صاحب۔	۲۰۲۵	مکرم عبدالشکور صاحب۔
۱۲۲۲	" لائبریرین صاحب دارالمطالعہ۔	۲۰۲۹	" مولوی محمد صاحب ڈھاکہ۔
۱۳۴۹	" غلام نبی صاحب۔	۲۰۳۲	" خادم حسین صاحب۔
۱۲۵۰	" حاجی محمد حسین صاحب۔	۲۰۳۶	" محمد نذیر خان صاحب۔
۱۲۵۱	" پی عبدالحمید صاحب۔	۲۰۴۳	" عبیدالرحمٰن صاحب۔
۱۳۵۲	" شاہ محمود صاحب۔	۲۰۵۲	" وحید اللہ صاحب چائے والے
۱۳۹۶	" سید محمد سرور صاحب	۲۰۹۸ F	" سید شریف احمد صاحب۔
۱۳۹۹	" سید جہانگیر علی صاحب فلک نما۔	۲۱۰۴ F	" داؤد احمد صاحب۔
۱۴۲۱	" محمد احمد صاحب سولجر۔	۲۱۱۱ F	" ابوالبرکات محمود صاحب۔
۱۴۴۱	" شیخ بنی اسمٰعیل صاحب۔	۲۱۲۱	" طاہر احمد صاحب عارف۔
۱۴۵۲	" ایم نسیم صاحبہ۔	۲۱۵۹	" حمید اللہ کرم علی صاحب۔
۱۴۷۰	" عبدالرؤف صاحب فاروقی۔	۲۱۶۹	" ایم۔ اے حق صاحب۔
۱۴۸۶	" عبدالواحد صاحب	۲۱۸۲	قرآن و سیرت سوسائیٹی۔
۱۵۲۶	" محمد فہیم صاحب۔	۲۲۱۵	مکرم ایم حفیظ صاحب
۱۵۳۴	" سیٹھ محمد الیاس صاحب ادٹکور	۲۲۴۷	" مولوی غلام احمد خان صاحب
۱۵۶۴	محترمہ مس حبیب صاحبہ۔	۲۲۴۹ F	" این۔ اے ڈار صاحب۔
۱۵۹۲	مکرم سیٹھ محمد الیاس صاحب دیبورگ	۲۲۸۷	" حامد حسن صاحب۔
۱۵۹۳	" صلاح الدین صاحب۔	۲۳۴۴ F	" خواج احمد صاحب۔
۱۶۴۴	" محمد عبداللہ صاحب منڈاشی۔	۲۳۵۱	" خواجہ عبدالقدیر صاحب۔
۱۶۷۱	" علی احمد صاحب۔	۲۳۷۹	میسرز اسماعیل اینڈ کمپنی۔
۱۶۹۶	" صلاح الدین صاحب۔	۲۴۳۹	مکرم محمود احمد صاحب۔
۱۷۱۱	" قریشی محمد نصیر صاحب	۲۴۴۴	میسرز احمد کیپ مارٹ۔
۱۷۲۹	" ایم۔ ای۔ محی الدین صاحب۔	۲۴۴۸	مکرم شمشاد علی صاحب۔
۱۷۵۰	" محمد سعید صاحب۔	۲۴۵۶	" بشیر احمد صاحب۔
۱۷۸۶	" حوالدار محمد بشیر صاحب۔	۲۴۵۷	رام کشن وویکانند لائبریری۔
۱۸۰۴	" ایم۔ شفیع اللہ صاحب۔	۲۵۳۲	مکرم بشیر الدین صاحب ریٹائرڈ ٹیچر
۱۸۷۳	" بشیر احمد صاحب۔	۲۷۱۶ F	" چوہدری کرم دین صاحب۔

ترسیلِ زر اور انتظامی امور کے متعلق مینیجر بدر کو اور مضامین کے بارہ میں ایڈیٹر بدر کو لکھیں —!!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر قوتِ قدسی۔ بقیہ از صفحہ (۳)

مشرکانہ عقائد و نظریات سے ہٹا کر توحید پر لوگوں کو پختہ کر دینا کوئی معمولی بات نہیں۔ حضورؐ کا یہ بہت بڑا کارنامہ اور حضورؐ کی قوتِ قدسی کا کرشمہ ہے۔ موازنہ اور مقابلہ کی خاطر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کا حال بائیبل اور قرآن مجید سے مطالعہ کریں۔ باوجودیکہ وہ ایک لمبا عرصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی براہِ راست تعلیم و تربیت میں رہے ایک موقعہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے صرف چالیس دنوں کیلئے جدا ہوتے ہیں۔ مگر اس مختصر سی مدت میں قوم کی اکثریت شرک کے گناہ میں ملوث ہو جاتی ہے۔ اور سامری کے ورغلانے سے بچھڑے کی پوجا میں لگ جاتی ہے۔ اس کے بالمقابل ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت سے تیار ہونے والے صحابہ کی جماعت کو دیکھتے ہیں تو یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ حضورؐ کے ذریعہ سے سرزمین عرب سے بت پرستی کا ایسا خاتمہ ہوا کہ نہ صرف یہ کہ اُس وقت جزیرہ عرب سے اس کا نام و نشان مٹ گیا بلکہ آج تک اسلامی نظریہ توحید کی چلائی ہوئی عظیم الشان رَو کا اثر اسلام کے اشد ترین مخالف بھی محسوس کرتے اور اس سے استفادہ کرتے رہے ہیں —!!

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ حضورؐ کی قوتِ قدسی صرف اسی زمانے تک ہی محدود نہ رہی۔ بلکہ ۱۴ سو سال بیت جانے کے باوجود حضورؐ کی قوتِ قدسی کا بے نظیر کرشمہ آپؐ کے ظلِّ کامل حضرت امام مہدی علیہ السلام اور آپؑ کی جماعت کے ذریعہ آج بھی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے جبکہ احمدیہ جماعت کی طرف سے بابرکت نظامِ خلافت کے تحت ایک خاص تنظیم سے اکنافِ عالم میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام اس طور پر ہو رہا ہے کہ جس کے شاندار نتائج اسی بات سے ظاہر ہیں کہ لاکھوں لاکھ افراد عیسائیت کو چھوڑ کر اور اپنے مشرکانہ عقائد سے توبہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آچکے ہیں اور یہ سلسلہ بفضلہٖ تعالیٰ بڑی سُرعت کے ساتھ ساری دُنیا میں احمدی مبلغین کے ذریعہ جاری ہے۔ آج افریقہ کے یہ نومسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اس قدر سرشار ہیں کہ پہاڑوں پر لاؤڈ اسپیکر لگا کر وجد آگیز انداز میں دل کی گہرائیوں سے آپؐ پر درود و سلام پڑھتے ہیں۔ ہزاروں ہزار میل دُور بیٹھے ان افراد کے دلوں میں اسلام اور احمدیت کے ساتھ والہانہ محبت اور فدائیت کا رنگ اس طرح پیدا ہوا کہ احمدی مبلغین نے تپتے صحراؤں میں اور دشوار گزار جنگلوں میں پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو اس کی اصل شکل میں پیش کیا اور حضورؐ کے احسانات سے اُن کو آشنا کیا، تب اُن کے دلوں میں آپؐ کے ساتھ بھی محبت اور عشق کی چنگاری بھڑک اُٹھی تو ساتھ ہی احمدیت سے (جو اس زمانہ میں حقیقی اسلام ہی کا دوسرا نام ہے) بھی اُن کی محبت بڑھی۔ اس طرح اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جانے والے ان نسلی مسلمانوں کے ساتھ ان نومسلموں نے بھی یک زبان ہو کر بلند آواز سے پکارا کُلُّ بَرَكَةٍ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ۔ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ❖

VARIETY CHAPPAL PRODUCTS KANPUR.
PHONES:- 52325/52686 P.P.
ویرائٹی
چپل پروڈکٹس
۴۲/۲۹ مکھنیا بازار۔ کانپور ❖
پائیدار بہترین ڈیزائن پر لیدر سول اور ربڑ شیٹ کے سینڈل زنانہ و مردانہ چپلوں کا واحد مرکز

ہر قسم اور ہر ماڈل کے
موٹر کار۔ موٹر سائیکل۔ سکوٹرس کی خرید و فروخت اور تبادلہ کیلئے آٹو ونگس کی خدمات حاصل فرمائیے
آٹو ونگس
AUTOWINGS,
32 SECOND MAIN ROAD,
C.I.T. COLONY,
MADRAS—600004.
PHONE No. 76360.

صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ کے اہم منصوبوں میں سے ایک منصوبہ

تعمیرِ مساجد

مالی و جانی قربانیوں کی اہمیت کو ذہن نشین کرنا اور اُن کے معیار کو حسبِ حالات برقرار رکھنا خدا تعالیٰ کے مامورین کی جماعتوں کا طرۂ امتیاز ہوتا ہے۔ اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے افراطِ زر اور ہوشربا گرانی کے موجودہ انتہائی نامساعد اور آزمائشی دور میں بھی مخلص افرادِ جماعتِ احمدیہ کو ایثار و قربانی کے اس معیار کو نہ صرف ہمیشہ برقرار رکھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے بلکہ ارشادِ ربانی فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ کے مطابق ہر مرحلہ پر اس باب میں رُوحِ مسابقت کا قابلِ رشک مظاہرہ کرنے کی سعادت بھی بخشی ہے۔ چنانچہ امام ہمام ایدہ اللہ الودود کی جانب سے غلبۂ اسلام کی آنے والی صدی کے استقبال کی تیاری کے لئے جاری ہونے والی عظیم اور بابرکت تحریک "صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ" میں مخلصانہ وعدے پیش کرنے میں احبابِ جماعت نے جس رُوحِ مسابقت کا مظاہرہ کیا ہے وہ اسی مومنانہ شان اور طرۂ امتیاز کا حامل ہے۔ اور اس کے لئے تمام احبابِ جماعت مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

"صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ" اس وقت اپنی عمر کے پانچ مراحل طے کر کے چھٹے مرحلہ میں داخل ہو چکا ہے۔ یہ عظیم اور انتہائی بابرکت تحریک اپنے جلو میں غلبۂ اسلام کے جن جن اہم بالشان منصوبوں کو سموئے ہوئے ہے، انہیں ہم نے بہر صورت موجودہ صدی کے اندر اندر پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے۔ سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے منشاءِ گرامی کی تعمیل میں اس وقت ہندوستان کے مختلف اہم مقامات پر مساجد اور دار التبلیغ کی عمارات زیرِ تعمیر ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ عظیم کام اسی صورت میں پایۂ تکمیل تک پہنچ سکتے ہیں جب کہ احبابِ جماعت اپنے مخلصانہ وعدوں کے مطابق ادائیگیوں کے میدان میں بھی اسی مومنانہ رُوحِ مسابقت کا مظاہرہ کریں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ کے عظیم منصوبہ میں شامل ہونے والے مجاہدین اپنے وعدوں میں سے کم از کم ۱۵/۱۶ حصہ تک کی فوری ادائیگی کر کے اپنے محبوب امام کے منشاءِ گرامی کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی سعادت حاصل کریں گے۔

اللہ تعالیٰ تمام افرادِ جماعت کو اس امر کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ناظر بیت المال آمد قادیان

آگے بڑھیں اور وقفِ جدید کے نئے سال کے وعدے بڑھ چڑھ کر پیش کریں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا ہے کہ:-

"میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ غلبۂ اسلام کو قریب سے قریب تر لانے کے لئے اپنی قربانیوں کے معیار کو اونچا کرے۔ جماعت کی قربانیاں اور اللہ تعالیٰ کا پیار ہمارے سامنے ہے ...... یہ محض خدا کا فضل ہے جو اُس نے اپنے وعدہ کہ اُن کے اموال میں برکت دی جائے گی کے نتیجہ میں جماعت پر کیا۔ ان کی حقیر قربانیوں کے نتیجہ میں جو ایک روپیہ انہوں نے دیا اس کے بدلہ میں ان کو اور ان کے خاندانوں کو دس ہزار روپیہ سے بھی زائد خدا نے دیا ...... اللہ تعالیٰ کا فضل بڑی وضاحت سے یہ شہادت دے رہا ہے کہ تم ایک روپیہ میری راہ میں خرچ کرو میں دس ہزار روپیہ تمہیں دوں گا۔"

پس آگے بڑھیں۔ اور وقفِ جدید کے نئے سال کے وعدے بڑھ چڑھ کر پیش کریں۔

اور جو دوست ابھی تک اس مالی جہاد میں شامل نہیں ہیں اُن کو چاہیئے کہ "حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کا وہ ارشاد جو حضور نے وقفِ جدید کے بارہ میں فرمایا تھا کہ

"خواہ مجھے اپنے مکان بیچنے پڑیں میں اس مقصد کو
بہر حال پورا کروں گا"

اپنے سامنے رکھیں۔"

احبابِ جماعت اپنے وعدہ جات کی مکمل فہرست دفتر ہذا میں جلد ارسال فرما کر ممنون فرمادیں۔

انچارج وقفِ جدید انجمن احمدیہ قادیان

اعلانِ نکاح

مورخہ ۲۷/۱۲ / ۱۹ کو جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر مسجد مبارک میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلّمہ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کے چھوٹے بھائی مکرم رحمان خان صاحب ولد مکرم محرم خان صاحب مرحوم کے نکاح کا اعلان مکرمہ زینب بیگم صاحبہ بنت مکرم منظور خان صاحب کیرنگ کے ساتھ مبلغ ۲۵/۔۵ (پانچ ہزار پچیس) روپے حق مہر کے عوض کیا۔ خاکسار نے اس خوشی پر اعانتِ بدر میں پانچ روپے۔ شکرانہ فنڈ میں پانچ روپے اور درویش فنڈ میں پانچ روپے ادا کئے ہیں۔ احباب دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ آمین۔ خاکسار: شمس الحق خان معلم وقفِ جدید مقیم جماعتِ احمدیہ سملیہ۔ رانچی (بہار)

اظہارِ تشکر و درخواستِ دُعا

خاکسار تقریباً پندرہ دن ہسپتال میں زیرِ علاج رہ کر گزشتہ پیر کو گھر آگیا ہے۔ اس دوران احباب کی جانب سے مزاج پرسی کے کئی خطوط مجھے ملے اور میری صحت اور کامل شفا کیلئے دوستوں نے دُعا کی اور پھر تیمارداری کے لئے ہسپتال بھی کئی دوست وقتاً فوقتاً تشریف لاتے رہے۔ چونکہ میں فرداً فرداً ان تمام احباب کے خطوط کا جواب دینے سے بوجہ کمزوری قاصر ہوں۔ اس لئے اخبار بدر کے ذریعہ تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مزید تندرستی و کامل شفا کے لئے دُعا کی درخواست کرتا ہوں۔

خاکسار:- بی۔ ایم۔ عبد الرحیم۔ صدر جماعت احمدیہ بنگلور۔

پروگرام دورہ بسلسلہ وصیت مکرم مولوی عبد الحلیم صاحب مبلغ سلسلہ

جماعت ہائے احمدیہ اُڑیسہ

مکرم مولوی عبد الحلیم صاحب انچارج مبلغ اُڑیسہ مورخہ ۲۰/۲/۷۸ سے جماعت ہائے اُڑیسہ کا دورہ بسلسلہ "وصیت" کر رہے ہیں۔ اس دورہ میں نئی وصیتوں کی بھی احباب کو تحریک کریں گے اور پرانے موصیوں سے بھی حساب فہمی کریں گے۔ اور بعض وصایا کی تکمیل کا کام کریں گے۔ عہدیداران جماعت ہائے اُڑیسہ اور احبابِ جماعت سے مکمل تعاون کی درخواست ہے۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

نام جماعت	یوم	تاریخ روانگی	نام جماعت	یوم	تاریخ روانگی
سورو	۱	۲۰-۲-۷۸	چودوار	۱	۵-۳-۷۸
موہنی بنی مائینز	۲	۲۳/۲/۷۸	کیندراپاڑا	۱	۶-۳-۷۸
رور کیلا	۱	۲۴-۲-۷۸	سونگھڑا	۱	۸ " "
جہاڑ سونگھڑا	۱	۲۵-۲-۷۸	بھونیشور	۱	۹ " "
سنبھل پور۔ گوڈیچہ۔ ہاے لا	۱	۲۶	نیا گڑھ	۱	۱۰ " "
تابر کوٹ	۱	۲۷	مانیکا گوڈا	۱	۱۱ " "
کرڈاپلی	۲	۲۸	زگاؤں	۱	۱۲ " "
پینکال	۲	۹-۳-۷۸	کیرنگ	۳	۱۵-۳-۷۸
کوٹ پلہ	۱	۴-۳-۷۸	—	—	—

درخواستِ دُعا

(۱) خاکسار کے والد محترم آنکھوں کے اپریشن کے سلسلہ میں ہسپتال میں زیرِ علاج ہیں۔ احبابِ جماعت سے والد محترم کے اپریشن کی کامیابی اور کامل صحت اور جملہ پریشانیوں کے ازالہ کیلئے عاجزانہ درخواستِ دُعا ہے۔

خاکسار: ایم عبد السلام مبلغ سلسلہ۔ مرکرہ

(۲) احبابِ جماعت سے مندرجہ ذیل اُمور سے عاجزانہ دُعا کی درخواست ہے۔ (۱) خاکسار کی اہلیہ و عزیزہ بچی کی صحت و سلامتی کیلئے (۲) میری دونوں بچیوں کیلئے جلد بہتر رشتہ ملنے کیلئے (۳) میرے لڑکے کامیاب و بامراد ہوں۔ (۴) خاکسار کی نئی جگہ تبدیلی ترقی کا موجب ہو۔ (خاکسار: احمد رضی اللہ۔ اُڑیسہ)